امامیہ مشن لکھنؤ کا
پانچواں تبلیغی رسالہ

اصول دین و قرآن

مطبوعہ سرفراز قومی پریس
وکٹوریہ اسٹریٹ - لکھنؤ

قیمت

2.97.2

فہرست مضامین رسالہ "اصول دین و قرآن"

صفحہ	مضمون	نمبر شمار
۸	قرآن میں اصول دین کی تصریح	۱
۱۵	احادیث رسول ؐ سے مدعا کی تائید	۲
۲۰	نزد اصحابِ دیانت کے تصریحات	۳
۲۲	اصول دین کا حقیقی معیار	۴
۲۸	مسئلہ امامت کی مختصر تحقیق	۵
۳۷	عدل و امامت کا قرآن سے ثبوت	۶
۳۸	ایمان باللہ کی تحقیق	۷
۴۹	قرآن میں عدل و توحید کا مساوی درجہ	۸
۵۰	عدل کی حقیقت	۹
۵۲	آیات قرآن کا متفقہ فیصلہ	۱۰
۶۱	اصول دین اور اصول مذہب کی تشریح	۱۱
۶۵	عقل اور اصول دین ۔	

نمبر شمار	مضمون	صفحہ
۱۳	مسئلہ امامت کی مختصر بحث، امامت کے معنی	۶۷
۱۴	امامت عامہ و خاصہ	۷۳
۱۵	امامت اور حکم عقل	۷۴
۱۶	جعل الٰہی اور نص فعلی	۷۵
۱۷	نص خدا اور فعل رسولؐ	۷۹
۱۸	احادیث نبویہ کی وقعت	۸۳
۱۹	امامت ائمہ اثنا عشر کے قرآنی نظائر	۸۸
۲۰	امامت کے متعلق قرآنی ادلّہ	۹۴
۲۱	مرزا صاحب قادیانی اور خلافت حضرت امیر المومنینؑ کا اعتراف	۱۰۱
۲۲	کیا خدا کو ظالمین سے محبت ہے مظلوموں سے عداوت ہے خدا کی عمارت کس کس طرح مسمار کی گئی	۱۰۸
۲۳	پہلے جواب پیچھے سوال	۱۱۹
۲۴	برہان عقل یا استقرار	۱۲۵
۲۵	مفہوم عدل کی توضیح	۱۳۲
۲۶	احمدیت کے پایہ کا ارتفاع	[illegible]
۲۷	عدل کے قرآنی ادلہ اور مشتہر کی پریشانی	

اصولِ دین اور قرآن

مصنفہ

سرکار حجۃ الاسلام سید العلما مولانا السید علی نقی صاحب قبلہ

مجتہد العصر مدظلہ العالی

امامیہ مشن لکھنؤ کی پانچوین دینی خدمت اور اُسکی ضرورت

عام برادران اسلام نے اصول دین سے عدل وامامت کو خارج کر دیا ہے اور وہ عدل کے تو سرے سے منکر ہی ہو گئے ہین اور اُنکا خیال ہی کہ خدا کے لئے عادل ہونا ضروری نہین ہی اور امامت کو وہ ایک فروعی چیز قرار دیتے ہین، اسکے برخلاف ہمارے فرقہ حقہ امامیہ اثنا عشریہ کے نزدیک عدل وامامت دونون اصول دین مین داخل ہین اور انکا اعتقاد ضروری ہی اور اسی وجہ سے یہ مسئلہ اکثر حلقون مین مورد توجہ سمجھا جاتا ہی کہ عدل و امامت کے اصول دین ہونے کی کیا دلیل ہی اور نیز خداوند عالم کے عادل ہونیکے معنی کیا ہین اور شاہدات عالم کی بنا پر عدل الٰہی کے خلاف جو توہمات پیدا ہوتی ہین اُنکا حل کیا ہی۔ چنانچہ چار برس قبل مدرسۃ الواعظین کے جلسہ سالانہ منعقدہ لکھنؤ کے موقع پر جماعت احمدیہ کیطرف سے ایک اشتہار شایع ہوا تھا جسمین علمائے شیعہ کو مخاطب کر کے شیعی فرقہ کے معتقدہ اصول دین پر اعتراضات کئے گئے تھے جس کے بعد اس بحث کا سلسلہ شروع ہوا اور اس سلسلہ مین حضرت سید العلماء مولانا سید علی نقی صاحب قبلہ مجتہد العصر دام ظلہ کے قلم سے تین زلزلہ افگن مضامین متواتر شایع ہوئے جنھون نے شکوک و اعتراضات کے قلعہ کو ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کر دیا۔ چونکہ یہ مضامین مدرسۃ الواعظین کے موقر رسالہ الواعظ مین متفرق طور پر شایع ہوئے تھے اور عام طور سے لوگ اُنپر مطلع نہین ہین اور یہ اعتراضات آجکل بھی گوش زد ہوتے ہین اس لئے مصنف علام دام ظلہ کی اجازت سے ہم ان مضامین کو یکجا شایع کرتے ہین

سید ابن حسین سکریٹری امامیہ مشن لکھنؤ

نقل اشتہار منجانب جماعت احمدیہ لکھنؤ

جماعت احمدیہ لکھنؤ

کے خوشی کی اس وقت سے انتہا ہی نہیں رہی جب سے اُسکو یہ علم ہوا کہ مدرسۃ الواعظین
کا سالانہ جلسہ ۱۴، ۱۵، ۱۶ جنوری ۱۹۳۸ء کو منعقد ہو گا چونکہ بفضلہ تعالیٰ یہ مجمع اہل علم
کا ہو جسکی ادنیٰ بزرگی کا مرتبہ اُسکے سامعین کے عظمت و وقار سے اندازہ ہو سکتا ہے جسمین
شرفاء نجباء وکلاء، علماء، نوابین، والیان ملک جلوہ افگن ہونگے

اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ علماء کی پیشگاہ عالی مین باادب عرض کیا جائے
کہ قرآن کریم نہایت شد و مد سے صرف پانچ چیزون کا نام لیکر اُسپر ایمان لانے کی تاکید کرتا ہے
اور وہ پنجتن پاک یہ ہین۔ **توحید، رسالت، کتب، ملائکہ، معاد**
اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی انھین پانچ چیزون کو قرآن کریم نے بتایا ہو اور
انھین پانچ باتون پر آپ کا ایمان تا وفات رہا جسکو خدائے تعالیٰ فرماتا ہے فان امنوا
بمثل ما امنتم بہ فقد اھتدوا لیکن اس ایمان کے خلاف ایمان رکھنے والے
کو خدائے تعالیٰ نے فقد ضل ضلالا بعیدا فرمایا ہے اب اس کے علاوہ اگر کوئی اور
چیزون پر ایمان رکھے اور نہایت ہی عمدہ کام کرے حتیٰ کہ محبت اہل بیت علیہ السّلام
ہی کی کیون نہ ہو یا اعمال فریضہ ہی کیون نہون وہ سب کے سب بیکار و حبط ہوجائینگے

اُسکا کوئی بدلہ نہ ملے گا جیسا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے ومن یکفر بالایمان فقد
حبط عملہ وھو فی الاخرۃ من الخسرین لیکن حضرات اثنا عشر صاحبان
نص مبین کے خلاف ایمان کی یون تعلیم فرماتے ہین، توحید، عدل، نبوت، امامت
قیامت، اب جائے تعجب ہے کہ یہ تعلیم سلیم ہمکو کہان سے دی جاتی ہے جسکا تذکرہ
قرآن کریم مین کسی رنگ مین بھی نہین پایا جاتا ہے پس اس اختلاف و بعد کا ثبوت
علمائے اہل دانش سے طلب کرنا ضروری ہے کیونکہ معاملہ ایمان کا ہے جسپر تمام کمال انسانی
کے حاصل کرنے کا منتہا ہے۔

اس مقام پر صرف لفظ امامت کو دریافت کرنا ضروری ہے اسلیئے کہ وہ غیر نبوت کہ
اسپر قرآن حمید مین ایمان لانا کہان مسطور ہے جو یہان ایمانیات مین مستغرق کیا جائے اسلئے
کہ نبی کریم صلوات اللہ علیہ وسلم کی نعلی شہادت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہی کہ آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کسی کو مسلمان بنایا تو اسکو آپنے اسی ایمان کی تلقین فرمائی جسکو
قرآن کریم نے ظاہر فرمایا ہے اور اس ایمان لانیوالے کو بھی سخت ہدایت فرمائی کہ خبردار بجز نبیون
کے کسی غیر نبی پر ایمان نہ لانا، مگر اس جگہ تعجب معلوم ہوتا ہی کہ جونہی آپکی وفات ہوتی ہو فوراً ہی اشاعت
ہوتی ہو کہ جبتک امامت پر (جو غیر نبوت ہو) ایمان نہ لاؤگے اُسوقت تک باب خلد کا منہ نہ دیکھوگے
گویا عہد نبوی کہ مسلمانونکا ایمان اور تھا اور بعد وفات آپکے مسلمانونکا ایمان اور ہی العجب ثم العجب
ہان یہ بات سچ ہی کہ نبیوں کی اصطلاح میں لفظ امامت سے مراد نبوت ہی ہوا کی ہو جیسا کہ پروردگار
عالم نے فرمایا ہے ووھبنا لہ اسحق ویعقوب اس آیت مبارکہ سے معلوم ہوا

کہ حضرت ابراہیم کی امامت سے مراد نبوت تامہ ہی تھی لیکن موجودہ ساختہ عقیدہ کی رو سے اس امت مرحومہ اور انتخاب شدہ میں ایسے ائمہ طاہرین کا دروازہ بند ہے جس سے دو باتیں معلوم ہوتی ہیں:

(۱) یہ کہ امت محمدیہ تمام کی تمام ظالم ہو گئی ہے جس وجہ سے اول ذریت ابراہیم علیہ السلام کا سا امام آخری ذریت ابراہیم میں ہرگز نہیں ہو سکتا کیونکہ خدا کا عہد ظالموں کو نہ پہونچے گا، اور ایسا فرمانا ہتک اہل بیت کی ہوگی،

(۲) یا یہ تکلف قبول فرمائیے کہ آنحضرت صلعم خاتم النبیین ہیں اس وجہ سے انکے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہو سکتا تھا اہل بیت علیہ السلام کیونکر نبی ہو سکتے تھے تو یہ جرأت ایک طرفہ کارہ ہوگی کہ بعد خاتم النبیین کے نبی اسرائیل کے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو نبی ہو کر مبعوث ہوں اور امت محمدیہ میں آ کر وہ کام کریں کہ جو خاتم النبیین اور خیبر شکن جناب امیر علیہ الصلوۃ سے نہ ہو سکیں روئے زمین سے کفر مٹا دیا اور تمام دنیا کا ایک مذہب کر دینا لیکن خاتم النبیین انکے مبعوث ہونے سے پھر بھی مانع نہیں آتا۔ گردانے قسمت کہ امام موعود علیہ السلام خاتم النبیین کی رو سے نبی نہیں ہو سکتے، اور آپ خوشی سے اسکا اقبال فرما رہے ہیں۔

ایسی صورت میں حضرات فرمائیں کہ خاتم النبیین کے کیا معنی ہونگے جبکہ بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی نبی مبعوث ہو رہا ہے، ہمارے اس مطالبہ میں کسی ذی شعور کا یہ فرمانا قابل مسموع نہ ہوگا کہ حضرت عیسیٰ پہلے نبی ہو چکے ہیں اس لئے انکا

لئے خاتم النبیین نہین ہو سکتا تو واضح رہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بعد کی
قید لگا کر پہلے ہی بنیون کو روکا ہے ورنہ حضرت عیسٰی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اول
وآخر نبی ہونگے اور اُنکی نبوت اور وحی ہمارے لئے متاع ہوگی جو مخالف نص صریح ہو
غرض یا تو آپ امامت کو مثل امامت اسحٰق ویعقوب تسلیم فرمایئے تب اُنکو داخل ایمانیات کیجئے
اور پھر ہم کو اُنکی وہ وحی الٰہی دکھلائیے جو اُن پر نازل ہوئی ہو جس مین خدائے تعالیٰ نے
اُنکو نبی کہکر پکارا ہو اور ائمہ علیہم السلام نے اُس وحی کی اشاعت کی ہو اور لوگون کو اپنی
نبوت کی دعوت دی ہو ورنہ خالی آپکا اونکو نبی یا نبیون سے افضل فرمانا مفید اذہان
عقلا کے نہ ہوگا۔

تتمۂ کلام یہ ہو کہ ابطال کے لئے صرف یہی کافی ہو کہ آپ نے جو کہ ایمان تراشا ہے اُسکا
وجود تمام قرآن شریف مین نہین ہے اور نہ آجتک کسی کتب سماویہ مین غیر نبی پر ایمان
لانا پایا جاتا ہو۔ فرمایئے آپنے یہ ایمان کہان سے پایا ہو جسکی نفی قرآن شریف کر رہا ہو اور
کہہ رہا ہو کہ اسکے خلاف ایمان رکھنے والے کے اعمال حبط ہونگے اور نہ صرف اعمال ہی
حبط ہونگے بلکہ ایسے لوگون کے لئے قرآن کا فیصلہ ہے یا ایھا الذین اٰمنوا اٰمنوا
باللہ ورسولہ والکتاب الذی نزل علی رسولہ والکتاب الذی انزل من قبل ومن
یکفر باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاٰخر فقد ضل ضلالاً بعیدا ۔

خاکسار حسام الدین احمد احمدی اکبرآبادی ثم بشیرت گنج لکھنؤ

۱۴ / جنوری ۱۹۲۸ء

جناب شہر صاحب کا وہ خط جو جناب مولانا قاسم علی صاحب سابق مدیر الواعظ مرحوم کو لکھا تھا جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ موصوف کو اپنے اعتراضات پر کتنا اعتماد ہے اور وہ اونکو کس درجہ ناقابل جواب خیال کرتے ہین۔

مکرمی اڈیٹر صاحب الواعظ دام اقبالہم

السلام علیکم۔ عید مبارک، قبلہ ماہ رجب واقعہ نگاری مین صرف ہوا ماہ صیام اطاعت گذاری مین گذر گیا، مگر حسب وعدہ آنجناب اشتہار کا جواب آپکی طرف سے نہ موصول ہوا۔ آج قبلہ و کعبہ مداح شاہ زمن سید سبط حسن صاحب کو بھی خط لکھ رہا ہون متوقع ہون کہ جناب میرے جواب کی طرف التفات فرمائینگے۔

اڈیٹر صاحب سہیل ہین کو بھی ذریعہ تحریر توجہ دلاتا ہون خدا کرے کہین وہی جرات کر جائین مگر امید نہین انشاء اللہ کل نواب صاحب رامپور کو بھی ایک جنتری بھیجتا ہون دیکھون وہ کیا جواب دیتے ہیں ورنہ ایک تحریک اور اخبارون کے ذریعہ کر کے انشاء اللہ ایک مستقل ٹریکٹ مفت تقسیم کرون گا آپکی طرف سے امید ہے کہ جواب شایع وذایع ہو جائے زیادہ والسلام خیر ختام مرزا حسام

۲ اپریل سنہ ۱۹۲۸ء

اُصُولِ دین اور قرآن (۱)

نمبر ۱

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ علی سید المرسلین وآلہ الطاہرین

تحقیق مذہب اچھی چیز ہے اگر انصاف کے ساتھ ہو، ہمارے سامنے مذہب شیعہ کے اصول پر معترضانہ سوال پیش کیا جا رہا ہے کہ قرآن کریم صرف پانچ چیزوں کا نام لیکر اُس پر ایمان لانیکی تاکید کرتا ہے اور وہ پنجتن پاک یہ ہیں توحید، رسالت، کتب، ملائکہ، معاد، پھر مذہب شیعہ کے اصول میں یہ پانچ چیزیں کیونکر قرار دی گئی ہیں کہ توحید، عدل، نبوت، امامت، قیامت یہ تعلیم اُس ایمان کے خلاف ہو جسکی قرآن نے تعلیم دی ہے۔

ہم اس اعتراض کے بنیادی مطالب پر ایک تحقیقی نظر ڈالنا چاہتے ہیں، خدا کرے کہ اصل اعتراض خوش نیتی اور انصاف پر مبنی ہو ورنہ عالم کی دلیلیں اور دنیا کے حجج و براہین بیکار ہیں،

قرآن میں اصول دین کی تصریح

توحید و نبوت و معاد باجماع امت اصول دین میں داخل ہیں اور کوئی مسلمان اس سے

(۱) الواعظ لکھنؤ جولائی ۳۸ء ج، نمبر ۷

انکار نہیں کرسکتا مگر کیا قرآن مجید سے کوئی ایسی آیت پیش کیجا سکتی ہے جو صاف
صاف ان چیزوں کو اصول دین میں داخل کرتی ہو؟ یقیناً اگر تمام قرآن کی ورق گردانی
کیجائے اور حفاظ قرآن کی جماعت بیٹھکر ایک ایک آیت کا ورد کرے تب بھی کوئی آیت
ایسی پیش نہیں کی جاسکتی جس میں بتایا گیا ہو کہ توحید نبوت معاد اصول دین میں داخل
ہیں اگر کوئی آیت قرآن میں موجود ہو تو پیش کی جائے ہم بہت اشتیاق سے منتظر ہیں

معترض کی پیش کردہ آیت پر ایک نظر

سب سے زیادہ جس چیز پر زور دیا گیا ہو وہ یہ ہے کہ قرآن میں پانچ چیزوں پر ایمان کو خصوصیت
سے بتایا گیا ہے وہ آیت یہ ہے: یا ایھا الذین اٰمنوا اٰمنوا باللہ ورسولہ والکتاب
الذی نزل علی رسولہ والکتاب الذی انزل من قبل ومن یکفر باللہ وملائکتہ
وکتبہ ورسلہ والیوم الاٰخر فقد ضل ضلالاً بعیدا (سورۂ نساء) اس آیت
میں پانچ چیزوں کو اصول دین بتلایا گیا ہے لہذا جو شخص اس سے زیادہ کسی چیز کا عقیدہ
رکھے وہ ومن یکفر بالایمان فقد حبط عملہ کا مصداق ہے۔

اس بات کو جانے دو کہ ومن یکفر بالایمان کے معنی یہ ہیں "جو شخص ان چیزوں کا
انکار کرتا ہے اُس کا عمل حبط ہوگا" نہ یہ کہ جو ان چیزوں کے اعتقاد کے ساتھ کسی اور
چیز کا اعتقاد بھی رکھے اسکا عمل رائیگان کردیا جائیگا۔ لیکن معترض سے یہ سوال ہے
کہ کیا جس چیز پر قرآن میں ایمان کی ہدایت کی گئی ہو یا جس چیز کے کفر پر ملامت کی گئی ہو

وہ اصول دین مین داخل ہے؟ اگر یہ معیار تسلیم کر لیا جائے تو ہم اصول دین آپکو
گنوائے دیتے ہین جس سے معلوم ہوگا کہ آپکے مذکورہ اصول کے علاوہ کتنی چیزین قرآن
سے ثابت ہو جاتی ہین،

پہلی آیت ۔ صفحہ اُلٹنے کی ضرورت نہین سورۂ بقر کی دوسری آیت ملاحظہ ہو

الم ذلک الکتاب لا ریب فیہ ھدی للمتقین الذین یومنون بالغیب ویقیمون الصلوۃ ومما رزقناھم ینفقون والذین یومنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک وبالاخرۃ ھم یوقنون ۝

اس کتاب (قرآن) مین کسی شک کی گنجائش نہین یہ ہدایت کا ذریعہ ہے اُن باتقویٰ لوگون کے لئے جو غیب پر ایمان لاتی ہین اور نماز پڑھتی ہین اور جو کچھ ہمنے اُنکو دیا ہے اُسمین سے انفاق کرتے ہین اور
وہ کہ جو ایمان لاتے ہین اُس کتاب کے ساتھ جو تم پر نازل ہوئی ہے اور تمھارے سے قبل اُتری
تھی اور آخرت کے ساتھ یقین رکھتے ہین۔

اس آیت مین معترض کے متذکرۂ بالا پانچ اصول کے علاوہ غیب پر ایمان کا بھی
تذکرہ ہے، اگر بعض اکابر مفسرین کی موافقت مین غیب کے معنی امام غائب کے مان لئے
جائین تو پھر فیصلہ ہے، معترض کی محنت پر بالکل پانی پھر جائیگا اور امامت اصول دین مین
ثابت ہو جائے گی لیکن اگر اس سے قطع نظر کیا جائے تب بھی اصول خمسہ کے علاوہ ایک
چھٹی چیز (غیب) ثابت ہوگئی اور لطف یہ ہے کہ اسی کے بعد صاف اعلان کیا گیا ہے کہ
اولئک علی ھدی من ربھم واولئک ھم المفلحون ۝

یعنی) یہ لوگ جو مذکورۂ بالا چیزوں پر ایمان لاتے ہیں یہی اپنے پروردگار کیطرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی نجات پانے والے ہیں" جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایمان کا معیار یہی چیزیں ہیں۔

دوسری آیت ان الذین لا یؤمنون بآیات اللہ لا یھدیھم اللہ ولھم عذاب الیم (سورہ نحل) جو لوگ خدا کے آیات پر ایمان نہیں لاتے اُنکو خدا ہدایت نہیں کرتا اور اُنکے لیے عذاب دردناک مقرر ہے۔

اس مضمون کے آیات بہت ہیں جن میں آیات قرآن پر ایمان کی دعوت دی گئی یا اُسکے کفر پر تہدید کی گئی ہے قل یا اھل الکتاب لم تکفرون بآیات اللہ (سورۂ آل عمران) ان الذین کفروا بآیاتنا سوف نصلیھم نارا (سورۂ نساء) باء و بالغضب من اللہ وضربت علیھم المسکنۃ ذلک بانھم کانوا یکفرون بآیات اللہ (سورۂ آل عمران) انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون بآیات اللہ (سورۂ نحل) یا عباد لا خوف علیکم الیوم ولا انتم تحزنون الذین امنوا بآیاتنا وکانوا مسلمین (سورۂ زخرف) واذا جاءک الذین یؤمنون بآیاتنا فقل سلام علیکم کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ (سورۂ انعام) رحمتی وسعت کل شیٔ فساکتبھا للذین یتقون ویؤتون الزکوٰۃ والذین ھم بآیاتنا یؤمنون (سورۂ اعراف) ان الذین ھم من خشیۃ ربھم مشفقون والذین ھم بآیات ربھم یؤمنون (سورۂ مومنون) کفروا

بایات اللہ فاخذھم اللہ بذنوبھم (سورۂ انفال) ذلک جزاءھم بانھم کفروا بایاتنا (سورۂ اسرائ) اولئک الذین کفروا بایات ربھم ولقائہ فحبطت اعمالھم (سورۂ کہف) وکذالک نجزی من اسرف ولم یومن بایات ربہ ولعذاب الآخرۃ اشد وابقی (سورۂ طٰہٰ)

یہ توہم کیا جاسکتا ہے کہ خدا کی آیات پر ایمان کتب پر ایمان کا مرادف ہے نئی چیز نہیں لیکن یہ توہم درست نہیں ہے کیونکہ اول تو آیات آلہیہ کے معنی ہیں خدا کی نشانیاں جس سے مراد معجزات وعجائب قدرت ہیں۔ لہذا ایمان بالکتب سے کوئی ربط نہیں ہے، دوسرے اگر تسلیم کرلیا جائے کہ اس سے مراد آیات لفظیہ ہیں تب بھی ایمان بالکتب سے مراد یہ ہے کہ اجمالی طور سے اعتقاد رکھے کہ مثلاً توریت وانجیل وزبور خدا کی طرف سے نازل ہوئی کتابیں ہیں لیکن ایمان بالآیات سے مضامین آیات آلہیہ اور اُنکے مطالب کا اعتقاد مراد ہے ان دونوں میں زمین وآسمان کا فرق ہے، دیکھو یہ ساتویں اصل ہے جس کو قرآن بتلا رہا ہے۔

تیسری آیت فامنوا باللہ ورسولہ النبی الامی الذی یومن باللہ وکلماتہ (سورۂ اعراف) ایمان لاؤ خدا کے ساتھ اور اُسکے اُس نبی اُمّی رسول کے ساتھ جو خدا پر اور اُسکے کلمات پر ایمان لائے ہوئے ہے

اس آیت میں اُن پانچ چیزوں کے علاوہ کلمات خدا پر ایمان لانیکا ذکر ہے

چوتھی آیت قل ارایتم ان اتٰکم عذابه بیاتا او نهارا ماذا یستعجل منه المجرمون اثم اذا ما وقع اٰمنتم به آلآن وقد کنتم به تستعجلون (سورۂ یونس)

کہو کیا تم دیکھتے ہو کہ اگر عذاب خدا شب یا روز میں کسی وقت تم پر آجائے تو کونسی چیز وہ تھی جس کے لیے گناہ گار جلدی کرتے تھے؟ کیا بعد اسکے کہ عذاب آگیا اسکے ساتھ ایمان لاتے ہو؟ اب اُس پر ایمان لاتے ہو؟ حالانکہ اسی کے لیے تم جلدی کرتے تھے۔

اس آیت میں عذاب خدا پر ایمان نہ لانیوالوں کو تنبیہ کی گئی ہے اور بتلایا گیا ہے کہ بعد از وقت ایمان لانے سے کوئی فائدہ نہیں یہ نویں چیز ہے۔

پانچویں آیت افبالباطل یؤمنون وبنعمة الله هم یکفرون (سورۂ نحل)

کیا یہ کفار باطل پر تو ایمان لاتے ہیں اور خدا کی نعمت کے ساتھ کفر اختیار کرتے ہیں؟

اس مضمون کی آیتیں متعدد ہیں جنمیں نعمات خدا کے کفر پر عذاب سے ڈرایا گیا ہے افبالباطل یؤمنون وبنعمة الله یکفرون (سورۂ عنکبوت)

ضرب الله مثلا قریة کانت اٰمنة مطمئنة یاتیها رزقها رغدا من کل مکان فکفرت بانعم الله فاذاقها الله لباس الجوع والخوف بما کانوا یصنعون (سورۂ نحل)

یہاں خدا کی نعمت پر ایمان لانے کی دعوت دی گئی ہے کیا یہ اُن پانچ چیزوں

کے علاوہ نہین ہے ؛

آیات مذکورہ سے معترض کے بیان کیے ہوئے اصول خمسہ "توحید، رسالت

کتب، ملائکہ، معاد، کے علاوہ پانچ چیزین اور ثابت ہوئین (۱) غیب (۲)

آیات آلٰہیہ یعنی معجزات وعجائب قدرت (۳) کلمات خدا اس کی تفسیر عموماً

مخلوقات آلٰہیہ سے ہوئی ہے اور ایک تفسیر کی بنا پر مخصوص مقرب بندے

خدا کے مراد ہین انبیاء و رسل کی قید نہین تاکہ کہا جائے یہ رسالت کی طرف

راجع ہی (۴) عذاب خدا ۔ (۵) نعمات آلٰہیہ ،

اگر معرفت رکھتے ہو تو امام کو سب سے بڑی نعمت خدا کی سمجھو اسلئے کہ دنیا دی

نظام زندگانی کے علاوہ حیات ابدی اُسکے وجود پر موقوف ہے اور اتممت

علیکم نعمتی کہکر خدا نے بھی اُسپر نعمت کا اطلاق کیا ہے پھر تو نعمات آلٰہیہ

کے ذیل مین مذکورۂ بالا آیات مبارکہ صاف صاف امام پر ایمان لانے کی دعوت

دینگے اور اسنا مذکورۂ بالا اصول کہ جس پر ایمان کو خدا نے بتلایا وہ اصول مین

داخل ہے جاری کرو تو امامت کا اعتقاد تم کو اصول دین مین دکھلائی دیگا ،

آیات مذکورہ کا نتیجہ ان مسلسل آیات کے نقل کرنے سے ہماری غرض دو باتون

کا ثابت کرنا تھا جو ہر بابصیرت پر واضح ہین ۔

(۱) معترض کا خیال کہ سوائے توحید و رسالت وکتب وملائکہ ومعاد کے کسی

چیز پر ایمان رکھنا جائز نہین ہے اور جو شخص اس سے زیادہ کسی چیز کا اعتقاد رکھے

وہ من یکفر بالایمان فقد حبط عملہ کا مصداق ہے" خود قرآن مجید کی رو سے باطل ہوگیا اور معلوم ہوا کہ خود کلام الٰہی نے علاوہ ان پانچ چیزون کے بعض اشیاء پر ایمان کی ہدایت کی ہے۔ لہذا کلیہ درست نہین ہے،

(۲) معلوم ہوا کہ اصول دین کا معیار یہ نہین ہے کہ جس چیز پر ایمان کا خدا نے حکم دیا اور جسکے انکار پر تہدید کی ہو وہ اصول دین مین داخل ہو ورنہ پانچ اصول دین کے بجائے دس اصول دین کا اقرار کرنا پڑیگا جو تمام عالم اسلامی کے مسلمہ کے خلاف ہو۔

احادیث رسول سے ہمارے مدعا کی تائید

معترض کا خیال ہے کہ گذشتہ پانچ اصول کے علاوہ کسی چیز کو ایمان مین دخل نہین ہو سکتا، اگرچہ محبت اہلبیت یا کوئی اور عمل فریضہ کیون نہو لیکن رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احادیث ہم کو معترض کے ساتھ ہم آواز نہین ہونے دیتے لطف یہ ہے کہ معترض صاحب نے بہت سادگی کے ساتھ یہ بھی تحریر فرمایا ہے۔ کہ "آنحضرت صلواۃ اللہ علیہ وسلم کی فعلی شہادت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کسی کو مسلمان بنایا تو اسکو آپ نے اسی ایمان کی تلقین فرمائی جس کو قرآن کریم نے ظاہر فرمایا ہے اور اُس ایمان لانے والے کو بھی سخت ہدایت فرمائی کہ خبردار بجز نبیون کے کسی غیر نبی پر ایمان نہ لانا۔

اگر مذکورہ بالا عبارت معترض کی نہوتی تو ہم کو بھی احادیث رسول کے پیش کرنے

کی جرأت نہوتی کیونکہ ہمارا خیال تھا کہ وہ حسبنا کتاب اللہ کی رو سے سوائے قرآن کے کسی چیز کو سننا پسند نہ کرینگے لیکن اس عبارت نے ہم کو جرأت دلائی کہ ہم کتب حدیث و اخبار پر بھی ایک سرسری نظر ڈالیں۔

اب ذیل کے احادیث پر مسلسل نظر ڈالو اور دیکھو کہ رسولؐ نے علاوہ گذشتہ پانچ باتوں کے کسی شے کو ایمان میں دخیل بتایا ہے؟

پہلی حدیث۔ عن انس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیہ من ولدہ و والدہ والناس اجمعین ۔

انس سے روایت ہے کہ رسالتمآبؐ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا تاوقتیکہ میری محبت اسکو باپ اور اولاد اور تمام خلق سے زیادہ نہو۔

اس روایت کو امام بخاری اور امام مسلم دونوں نے صحیحین میں درج کیا ہے

دوسری حدیث۔ حافظ بیہقی اور ابو الشیخ اور دیلمی نے روایت کی ہے کہ حضرتؐ نے فرمایا۔

لا یؤمن عبد حتی اکون احب الیہ من نفسہ وتکون عترتی احب الیہ من عترتہ وتکون اھلی احب الیہ من اھلہ وتکون ذاتی احب الیہ من ذاتہ

کوئی بندۂ خدا مومن نہیں ہوسکتا تاوقتیکہ میں اسکو اسکے نفس سے زیادہ اور میری اولاد اوسکی اولاد سے زیادہ اور میرے اہلبیت اسکے اہلبیت سے زیادہ اور میری ذات اسکی ذات سے زیادہ محبوب نہو۔

تیسری حدیث ۔ حضرت رسولؐ نے عباس بن عبدالمطلب سے ایک موقع پر ارشاد فرمایا ۔

لا یدخل قلب رجل الایمان حتے یحبکم للہ ورسولہ

کسی شخص کے دل میں ایمان نہیں داخل ہوسکتا تاوقتیکہ تم لوگوں کی محبت خدا اور اُسکے رسول کی خاطر نہ رکھتا ہو اس روایت کو حافظ سخاوی نے روایت کیا ہے

چوتھی حدیث ما بال اقوام یتحدثون فاذا رأوا الرجل من اھلبیتی قطعوا حدیثھم واللہ لا یدخل قلب رجل الایمان حتی یحبھم للہ ولقرابتھم منی ،

کیا حال ہے اُن لوگوں کا جو باتیں کرتے کرتے اور میرے اہلبیت میں سے کسی کو دیکھ لیتے ہیں باتیں موقوف کردیتے ہیں خدا کی قسم کسی شخص کے دل میں ایمان نہیں پہونچ سکتا تاوقتیکہ خدا کی خاطر اور میری قرابتداری کے پاس سے ان لوگوں کی محبت نہ رکھتا ہو

علامہ سیوطی نے خصائص کبریٰ میں اس روایت کو نقل کیا ہے

پانچویں حدیث والذی نفسی بیدہ لا یدخلون الجنۃ حتی یؤمنوا ولا یؤمنون حتی یحبوکم للہ ولرسولہ

خدا کی قسم یہ لوگ جنت میں نہیں پہنچینگے تاوقتیکہ ایمان نہ لائیں اور ایمان حاصل نہیں ہوسکتا تاوقتیکہ خدا اور رسول کی خاطر سے تمہاری محبت نہ رکھیں ،

چھٹی حدیث والذی نفسی بیدہ

خدا کی قسم کوئی شخص ایمان نہیں لاسکتا تاوقتیکہ

لا یومن عبد حتی یحبنی ولا یحبنی حتی یحب ذوی۔ | مجھے دوست نہ رکھے اور مجھے دوست نہین رکھ سکتا مگر یہ کہ میرے والون کو

(اہلبیت کو) دوست رکھے،

ان تمام روایات کو علامۂ ابن حجر مکی نے صواعق محرقہ مین بھی نقل کیا ہے یہ احادیث کہ جنکو حفاظ و محدثین نے اپنے صحاح ومسانید مین درج کیا ہے اور جنمین سے بعض صحیحین مین بھی مذکور ہین صاف بتلاتے ہین کہ محبت رسول و اہلبیت ارکان ایمان مین داخل ہے۔ اسکے بعد معترض کا یہ کہنا کہ رسول نے ایمان کی تلقین مین کبھی کسی چیز کا علاوہ پانچ چیزون کے ذکر نہین فرمایا کہانتک وقعت رکھ سکتا ہے۔ رہ گیا یہ خیال کہ رسول جب کسی کو مسلمان بناتے تھے توسوائے ان پانچ چیزون کے کسی بات کا تذکرہ نہ کرتے اس بنا ء پر قابل وقعت نہین کہ رسالتمآب کا طریقہ تبلیغ یہ تھا کہ ارکان ایمان تدریجی طور پر بتلایا کرتے تھے ورنہ وہ جاہل عرب جو ابھی کل کی بات ہی بتون کے سامنے سر تسلیم خم کیے ہوئے چلا آرہا ہو اور اپنے عیش و عشرت مین مذہب کے قیود سے آزاد تھا اسپر اگر ایکا ایکی بہت سی پابندیاں عائد ہوجائیں تو یقیناً وہ اس بار کو قبول نہین کر سکتا رسول کے اوائل زمان بعثت پر نظر کرو تاریخ و حدیث بتلائیگی کہ رسول کا تبلیغی اعلان صرف اتنا تھا قولوا لا الہ الا اللہ تفلحوا بس خدا کو ایک مان لو نجات پاؤگے، تو کیا کہا جاسکتا ہے کہ ایمان صرف توحید کا نام ہے اسکے بعد بھی جب حضرت نے تبلیغ فرمائی تو یہی تدریجی اصول جاری رہا معترض صاحب پانچ چیزون کو اصول دین تسلیم کرتے ہین لیکن ہم مشتاق ہین کہ وہ کوئی واقعہ ایسا

پیش کرسکین جہان حضرت رسولؐ نے کسی نومسلم کو ان پانچ چیزون کی تعلیم دی ہو جتنے
واقعات بتلاتے ہین حضرت ان نومسلمین کو صرف توحید و نبوت کے اعتقاد کو بتلا کر
کچھ عملی عبادات صلواۃ و زکوٰۃ وغیرہ کی ہدایت کر دیا کرتے تھے بس، دیکھو صحیح بخاری
حضرت نے فرمایا من شهد ان لا اله الا الله واستقبل قبلتنا وصلّى صلوتنا
واكل ذبيحتنا فذلك المسلم (۲) صحیح بخاری مین ابن عباس سے روایت ہے
کہ رسالتمآب نے وفد عبد القیس کو ایمان باللہ وحدہ کا حکم دیا پھر فرمایا
اتدرون ما الايمان بالله وحده قالوا الله ورسوله اعلم قال شهادة
ان لا اله الا الله وان محمداً رسول الله واقام الصلوة الخ (۳) نیز
امام بخاری نے صحیح مین ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسالتمآب نے معاذ بن
جبل کو یمن بھیجا اور فرمایا انك ستاتي قوما اهل كتاب فاذا جئتهم فادعهم
الى ان يشهدوا ان لا اله الا الله وان محمداً رسول الله فان اطاعوا لك
بذلك فاخبرهم ان الله قد فرض عليهم خمس صلوات (۴) صحیح مسلم مین جنگ
خیبر کا تذکرہ کرتے ہوئے روایت کی ہے کہ حضرت رسول نے امیر المومنین علی ابن ابیطالب
سے فرمایا قاتلهم حتى يشهدوا ان لا اله الا الله وان محمداً رسول الله فاذا فعلوا
ذلك فقد منعوا منك دماءهم معلوم ہوا کہ رسالتمآب کے طرز عمل سے نتیجہ نکالنا
کہ اصول دین اسی تعداد مین منحصر ہین بہت بڑی غلطی ہے گذشتہ احادیث سے ثابت
ہو گیا کہ علاوہ اُن پانچ چیزون کے جنکو معترض نے ذکر کیا ہے محبت اہلبیت بھی

ایمان کا ایک رکن اعظم ہے۔

مرزا صاحب قادیانی کی تصریحات سے معترض کی زبان بندی

اعتراض چونکہ اُس فرقہ کی طرف سے ہے جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا حلقہ بگوش ہے لہذا اس موقع پر موضوع کلام کے متعلق مرزا صاحب کے کچھ بیانات کا نقل کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا معترض صاحب کا بیان ہے کہ توحید، رسالت، کتب، ملائکہ، معاد ان پانچ چیزوں کے علاوہ کسی چیز کا ایمان جائز نہیں ہے جس کو ہم قرآن وحدیث کی روشنی میں باطل کر چکے لیکن اب دیکھنا چاہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے ان پانچ چیزوں کے علاوہ کبھی کسی اور چیز کا ایمان خود رکھا یا اپنے متبعین کو ہدایت فرمائی یا نہیں، ہم کو اُنکے تصریحات سے اُن اصول خمسہ کے علاوہ کچھ امور ملتے ہین جنپر ایمان کا اُنکو اعتراف تھا اور اپنے اتباع کو بھی تعلیم دی۔

حمامۃ البشریٰ ایک کتاب ہے جو ممدوح نے عربی زبان مین اہل مکہ کی ہدایت کیلئے ۱۳۱۱ھ مین تصنیف فرمائی ہے اور وہ پنجاب مین شائع ہوئی ہے اور اُس مین ممدوح نے تفصیل سے اپنے عقائد اور تبلیغی تعلیمات تحریر کیے ہین اُس کا صفحہ ۸ ملاحظہ ہو۔

ان ھؤلاء قد افتروا علی وقالوا ان	یہ لوگ (علمائے اسلام) مجھ پر افترا باندھتے
ھذا الرجل یدعی نبی ویقول فی	ہیں اور کہتے ہین کہ یہ شخص دعوی نبوت
شان عیسی بن مریم کلمات الاستخفاف	کرتا ہے اور عیسی بن مریم کی شان مین

ویقول انہ توفی ودفن فی ارض
الشام ولا یؤمن بمعجزاتہ ولا
یؤمن بانہ خالق الطیور ومحیی الاموات
وعالم الغیب حی قائم الی الان فی
السماء ولا یؤمن بان اللہ قد خصہ
وامہ بالمعصومیۃ التامۃ من
مس الشیطان ومن کل ماھو من
لوازم المس ولا یقر بانہما مخصوصان
متفردان فی العصمۃ المذکورۃ
لا شریک لہما فیہا احد من الرسل
والنبیین ویقولون ان ھذا الرجل
لا یؤمن بالملائکۃ ونزولہم وصعودہم
ویحسب الشمس والقمر والنجوم
اجسام الملائکۃ ولا یعتقد بان
محمدا خاتم الانبیاء ومنتہی المرسلین
لا نبی بعدہ وھو خاتم النبیین
فہذہ کلہا مفتریات وتحریفات

اہانت آمیز کلمے کہتا ہے اور کہتا
ہے کہ وہ مرگئے ہین اور زمین شام
مین دفن ہوئے ہین اور انکی معجزات
پر ایمان نہین لاتا اور اس بات پر
ایمان نہین لاتا کہ وہ طیور کے خالق
تھے اور مردون کو زندہ کرتے تھے
اور غیب کی باتون کو جانتے تھے
اور زندہ اسوقت تک آسمان پر موجود
ہین اور ایمان نہین لاتا اس بات پر
کہ خدا نے اونکو اور اونکی مان کو عصمت
کاملہ کے ساتھ مخصوص کیا ہے اور اقرار نہین
کرتا کہ وہ تمام انبیاء ورسل کے بابین اس صفت کے
ساتھ مخصوص ہین اور کہتے ہین کہ یہ شخص ملائکہ
اور انکے آسمان سے اترنے چڑہنے پر ایمان نہین لاتا
اور آفتاب و ماہتاب و ستارون کو اجسام ملائکہ
خیال کرتا ہے اور حضرت محمد مصطفے کو خاتم الانبیاء
اور آخری رسول کہ جنکے بعد کوئی نبی نہین ہو سکتا
نہین سمجھتا یہ سب باتین صریح افترا ہین

سبحان ربی ما تکلمت مثل ھذا ان ھو الا کذب واللہ یعلم انھم من الدجالین ۵	سبحان اللہ مین نے کبھی ایسی باتین نہین کہین اور خدا شاہد ہے کہ یہ لوگ دجال ہین ۔

اس عبارت سے صاف ثابت ہو کہ علمائے اہل اسلام کا یہ کہنا کہ یہ شخص معجزات عیسیٰ اور اُنکے خلق طیور وغیرہ پر ایمان نہین رکھتا بہتان ، افترا جھوٹ ، ہے اور وہ لوگ اسکی وجہ سے دجال سمجھے جانے کے قابل ہین ، حقیقۃً وہ لوگ سچ کہتے ہین یا جھوٹ اور واقعاً ان عقائد کی نسبت مرزا صاحب کی طرف درست ہو یا نہین؟ سچ تو یہ ہے کہ یہ تمام باتین مرزا صاحب کی کتابون سے ثابت ہین اور اُنکے اقوال علمائے اسلام کے مذکورہ بیانات کی دلیل ہین پھر نہ معلوم اُن بیچارون نے کیا قصور کیا کہ وہ کاذب مفتری ، دجال بنا دیئے گئے لیکن اس سے ہم کو یہان کام نہین ، اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کا مذکورۂ ذیل چیزون پر ایمان تھا (۱) حضرت عیسیٰ کے معجزات (۲) اُنکا خالق طیور ہونا (۳) اُن کا مردون کو زندہ کرنا (۴) اُنکا غیب کی باتون سے خبر دینا (۵) خدا کا اون کو مس شیطان سے معصوم بنانا ، (۶) حضرت رسولؐ کا خاتم النبیین ہونا اور یہ کہ اُنکے بعد کوئی نبی آنے والا نہین اب معترض صاحب سے پوچھو کہ یہ باتین اُن اصول خمسہ کے علاوہ ہین یا نہین اور جبکہ مرزا صاحب کا ایمان ان باتون پر خود اُنکے اقرار سے ثابت ہے تو وہ من یکفر بالایمان فقد حبط عملہ کے مصداق ہوئے یا نہین؟

مرزا صاحب کی صریح ترین عبارت۔ حمامۃ البشریٰ صفحہ ۱۹ ملاحظہ ہو۔

واذا قیل لهم امنوا بما صرح الله فی کتابه من وفاة المسیح وضلالة النصاری بعد وفاته لا فی زمن حیاته قالوا انؤمن بمعانی تخالف الاحادیث وقد کانوا یعلمون ان الخبر الواحد یرد بمعارضة کتاب الله فنسوا ما ذکروا الناس وانقلبوا الی الجهل بعد ما کانوا عالمین۔

جب ان لوگون سے کہا جاتا ہے کہ ایمان لاؤ اُس شے کے ساتھ جس کی خدا نے اپنی کتاب مین تصریح کی ہے یعنی مسیح کی وفات اور نصاریٰ کا اُنکی وفات کے بعد گمراہ ہو جانا نہ اُنکی زمان حیات مین تو وہ لوگ کہتے ہین کہ کیا ہم ایمان لائین ایسے مطالب پر جو احادیث کے خلاف ہین۔ حالانکہ تمام لوگ جانتے ہین کہ خبر واحد کتاب خدا کے مقابلہ مین رد کر دی جاتی ہے یہ لوگ بھول گئے اُس چیز کو جو لوگون کو یاد دلائی گئی تھی اور جہالت کی طرف پلٹ گئے بعد اسکے کہ عالم تھے

اس عبارت مین صاف صاف مرزا صاحب نے دو باتون پر ایمان کی دعوت دی ہے ایک یہ کہ حضرت مسیح کی وفات ہو گئی ہے۔ دوسرے یہ کہ تمام نصاریٰ عیسیٰ کی وفات کے بعد گمراہ ہو گئے اب معترض صاحب ہمین بتلائین کہ وفات مسیح اور نصاریٰ کا گمراہ ہونا اُنکے تبلائے ہوئے اصول خمسہ مین سے کس اصل مین داخل ہے؟

اب کیا ہمین معترض کو اُنہی کی صدائے بازگشت سنانے کا حق نہین ہے کہ مرزا صاحب نے جو ایمان تراشا ہے اُسکا وجود تمام قرآن شریف مین نہین ہے۔ اب فرمائیے

یہ ایمان آپ نے کہاں سے پایا ہے جسکی نفی قرآن شریف کر رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ اسکے خلاف ایمان رکھنے والے کے اعمال حبط ہوں گے الخ

غیر نبی پر ایمان ۔ معترض صاحب نے بہت زور و شور سے اس بات کا دعوے کیا ہے کہ جب آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کسی کو مسلمان بنایا تو سخت ہدایت فرمائی کہ خبردار بجز نبیوں کے کسی غیر نبی پر ایمان نہ لانا " یہ سخت ہدایت کس کتاب صحیح یا مسند یا تاریخ وسیرت مین مذکور ہے ؟ اسکا پتہ نہین ، پھر تحریر فرماتے ہین کہ "آجتک کسی کتب سماویہ مین کسی غیر نبی پر ایمان لانا نہین پایا جاتا" لیکن جب اُنکے مجدد دین و مقتدائے ملت مرزا صاحب کے اقوال پر نظر کی جاتی ہے تو اُنکی تعلیم اس کے خلاف نظر آتی ہے ، اگر کسی غیر نبی پر ایمان سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سختی سے منع فرمایا ہے اور کسی کتاب سماوی مین غیر نبی پر ایمان لانا نہین پایا جاتا تو مرزا صاحب اپنے اوپر ایمان کی کس بنا پر دعوت دیتے تھے اور کس لئے اُن بیچارے علماء اسلام کو جو آپ کی مجددیت کے مقر نہ تھے آپ نے یہود و نصاریٰ اور دجال کا لقب دیا ہے ، حمامۃ البشریٰ صفحہ ۸ مین آپ نے اپنا الہام نقل فرمایا ہے لن ترضیٰ عنک الیہود ولا النصاریٰ ویمکرون ویمکر اللہ واللہ خیر الماکرین (یعنی) تم سے یہود اور نصاریٰ کبھی راضی نہ ہونگے وہ تمھارے ساتھ فریب کاری کرتے ہین اور خدا اُنکے ساتھ اور خدا سب سے بہتر مکر کرنے والا ہے " آپ اس الہام کی تشریح کرتے ہوئے رقمطراز ہین ۔

فادخل الله سبحانه فی لفظ الیهود
معشر علماء الاسلام الذین تشابه
الامر علیهم کالیهود وتشابهت القلوب
والعادات والجبلات والکلمات من
نوع المکائد والبهتانات والافتراءات

خدا نے یہودیون کی لفظ کے اندر اُن
علمائے اسلام کو داخل کیا ہے جن پر
امر حق (مرزا صاحب کی مجددیت) مثل
یہودیون کے مشتبہ ہوگیا ہے اور ان
لوگون کے دل اور عادتین اور خصلات
اور کلمات اور طرح طرح کے مکروفریب اور بہتان وافترا یہودیون سے مشابہ ہین،
اب بتاؤ جبکہ غیر نبی پر ایمان کی ممانعت ہوچکی ہے اور کسی کتاب سماوی
مین وارد نہین تو اُن غریب علمائے اسلام نے کیا قصور کیا کہ مرزا صاحب پر ایمان
نہ لائے،

غیر نبی پر ایمان کا ایک اور ثبوت صفحہ ۸ حمامة البشری ملاحظہ ہو ہم

واما السلف الصالح فما تکلموا فی هذه
المسئلة تفصیلا بل آمنوا مجملا بان
المسیح عیسی بن مریم قد توفی کما
ورد فی القرآن وآمنوا بمجدد یاتی
من هذه الامة فی آخر الزمان عند
غلبة النصاری علی وجه الارض اسمه
عیسی بن مریم ۔

رہ گئے سلف صالحین اونھون نے اس
مسئلہ (نزول عیسی) مین تفصیل سے
کلام نہین کیا بلکہ مجملا ایمان رکھتے تھے کہ
مسیح عیسی بن مریم وفات پاگئے ہین جیسا کہ
قرآن مین موجود ہے اور وہ ایمان رکھتے
تھے ایک مجدد پر جو اس اُمت مین سے
روئے زمین پر نصاری کے غلبہ کے وقت

آنیوالا تھا کہ اُسکا نام عیسیٰ بن مریم ہے،

اب بتاؤ کہ غیر نبی پر ایمان تو شریعت کے منافی اور کتب سماویہ کے خلاف ہے پھر یہ ارباب سلف جنکو مرزا صاحب بھی سلف صالحین کا خطاب دیتے ہیں کیونکر مجدد آخر الزمان پر ایمان رکھتے تھے؛

اس سے صاف ظاہر ہے کہ سلف صالح غیر نبی پر ایمان لانا جائز سمجھتے تھے اور مرزا صاحب نے بھی اُسکا امضا کیا ہے بلکہ اُس پر دعوت دی ہے،

اگر کہا جائے کہ مرزا صاحب خود اپنے تئیں نبی سمجھتے تھے اور یہ مجدد جس پر سلف صالح کا ایمان تھا نبی ہونے والا تھا لہذا اُس پر ایمان کی دعوت دینا غیر نبی پر ایمان نہیں کہا جاسکتا؛ تو یہ جواب بالکل باور ہوا ہے کیونکہ مرزا صاحب نے اس مجدد کی جس کا نام عیسیٰ بن مریم ہے اور جسکو مرزا صاحب خود اپنی ذات سمجھتے تھے نبوت سے انکار کیا ہے دیکھو حمامة البشریٰ صفحہ ۲۰

كيف يجيئ نبي بعد رسولنا وقد انقطع الوحي بعد وفاته وختم الله به النبيين ؕ

ہمارے رسول کے بعد کوئی نبی کیونکر آسکتا ہے حالانکہ آپکی وفات کے بعد وحی منقطع ہوگئی اور خدا نے آپ پر انبیاء کو ختم کردیا،

اصول دین کا حقیقی معیار

جبکہ معترض صاحب کا بیان کیا ہوا معیار قرآن وحدیث کے قطعی ادلہ سے

باطل ہو گیا تو اب غور کرنے کی ضرورت ہے کہ واقعاً اصول دین کا معیار کیا ہے
کسی چیز کا حقیقی معیار سمجھنے کے لئے ضرورت ہے کہ اس کے معنی سمجھ لئے جائین ،
اصول دین کی لفظ ایک مرکب اضافی جملہ کی حیثیت رکھتی ہے جس کے معنی
مفردات کی تحقیق پر موقوف ہین (دین) کے معنی مایتعبد بہ اللہ عز وجل
وہ چیز جسکے ذریعہ سے خدا کی عبودیت کا اظہار ہو (قاموس طبع طہران صفحہ ۵۹۱) اور
قرآن نے ان الدین عند اللہ الاسلام کہکر دین کے معنی کی تشریح کر دی کہ
اس سے مراد صرف اسلام ہے اصول کی لفظ اصل کی جمع ہے اور اسکے معنی ہین
ما یبتنی علیہ الشیٔ یعنی جس کے اوپر کسی شے کی بناء قائم ہو اسی وجہ سے درخت
کا وہ باطنی حصہ جسکے ریشہ دور تک زمین مین پھیلے ہوئے ہوتے ہین اسکو اصل
کہا جاتا ہے اسکے مقابل فروع دین ہین اور فروع سے مراد درخت کی وہ شاخین ہوتی
ہین جو جڑ کے اوپر سے روئیدہ ہوکر بلند ہوتی ہین اصل اور فرع کے خصوصیات
ہر شخص جانتا ہے جب تک جڑ قائم ہو اسوقت تک شاخین ہوسکتی ہین لیکن اگر جڑ
فنا ہو جائے تو پورا درخت زمین پر آ رہیگا اسی طرح پہلے جڑ مضبوط ہو اسکے بعد شاخین
روئیدہ ہوسکتی ہین لیکن اگر جڑ موجود نہ ہو تو محال ہے شاخین موجود ہوسکین فروع
دین کی اصطلاح سمجھنے پر اصول دین کے معنی خود بخود واضح ہو جائینگے کیونکہ اصول
انھی بنیادوں کا نام ہے جن پر وہ شاخین قائم ہین ، فروع دین سے مراد وہ عبادات و
طاعات عملیہ ہین جو خدا کی طرف سے بندوں پر واجب ہین نماز ، روزہ ، حج ، زکوٰۃ ،

جہاد وغیرہ ان احکام شرعیہ کو فروع دین کہتے ہین، اب اصول دین سے مراد وہ عقائد
سمجھ لو کہ جن پر ان چیزون کی بنا ہے کہ اگر وہ مضبوط نہون تو شرعی احکام اور اسلامی
عبادات اپنی اصلی شکل اصلی صورت پر موجود نہین ہو سکتے، اب اصول دین کا
معلوم ہو گیا قرآن وحدیث سے جن عقائد کا یقین رکھنا ضروری معلوم ہوا
ایک نظر ڈالو جن چیزون پر احکام شرعیہ کا پہونچنا اور حقیقی طور سے اس پر عمل پیرا ہونا
موقوف ہو وہ اصول دین ہین اور بقیہ اصول دین سے خارج ہون گے اسکے
لئے صرف اصل عقیدہ کا قرآن وحدیث وغیرہ سے ثابت ہونا ضروری ہے لیکن اصول دین
مین سے ہونا اوسکا کسی تصریح کا محتاج نہین، خود اس معیار پر جانچ لو،

مسئلہ امامت کی مختصر تحقیق

جب اصول دین کا معیار معلوم ہو گیا تو اب دیکھو کہ اس کے تحت مین کون کون
سے عقائد مندرج ہو سکتے ہین؟ توحید ونبوت اور معاد پر اجماع مسلمین ہے اور سب
اسکے قائل ہین، کیون؟ اسلئے کہ فروع دین ان احکام کا نام ہے جو شارع مقدس
کی طرف سے اسکے بندون پر واجب ہین اگر اصل شارع حقیقی خداوند عالم کا وجود
اور مبلغ شریعت کی نبوت ہی نہ ثابت ہو تو احکام شرعیہ کیسے؟ اسی طرح اگر حشر ونشر
اور اطاعت پر ثواب اور مخالفت پر عقاب کا کوئی دن تسلیم نہ کیا جائے تو وجوب وحرمت
بے اثر اور احکام شرعیہ الفاظ بے معنی کا مجموعہ ہونگے لہذا احکام شرعیہ مترتب ہین

توحید، نبوت، معاد، پر اور یہی منشا رہے کہ انکو مسلمہ طور پر اصول دین مانا جاتا ہے لیکن دو چیزیں ایسی ہیں جنکے اصول دین کے اندر مندرج ہونے میں برادران اسلامی نے اختلاف کیا ہے اور وہ عدل و امامت ہے لہذا ہم کو ضرورت ہے کہ اسی معیار پر جس کی بنا پر توحید و عدل و نبوت کو اصول دین میں مانا جاتا ہے ان دو عقیدوں کو بھی جانچ لیں، لیکن معترض صاحب نے چونکہ خصوصیت سے امامت کے مسئلہ کو محل بحث قرار دیا ہے۔ لہذا ہمارا بھی نصب العین خلافت ہی ہے عدل کے مسئلہ کے متعلق صرف مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ایک عبارت لکھنا ضروری سمجھتے ہیں جس سے اُسکی اہمیت پر کافی روشنی پڑے گی؛

مرزا صاحب کی عبارت سے عدل کا ثبوت

۔ حمامۃ البشریٰ صفحہ ۸ ملاحظہ ہو؛

لا یصح علیہ سبحانہ الکذب فانہ رجس ومن النقائص والنقائص کلہا تستحیل علیہ تعالیٰ ذاتاً وعقلاً وعرفاً وقد اتفق العلماء علی ان اللہ تعالیٰ لا یکذب ولا یخلف المیعاد والکذب علیہ محال لما فیہ من امارۃ العجز او الجہل او العبث ولما فیہ

خدا پر جھوٹ بولنا صحیح نہیں ہے کیونکہ وہ رجس ہے اور نقائص میں سے ہے اور نقائص سب کے سب اس پر ذاتاً عقل و عرف کی رو سے محال ہیں اور علماء نے اتفاق کیا ہے کہ خدا جھوٹ نہیں بولتا اور وعدہ خلافی نہیں کر سکتا اور کذب اُس پر محال ہے اسلئے کہ اسمیں عاجزی یا جہالت یا بیہودگی کی علامت ہے

من زیادة نقص وبتعالی اللّٰہ من النقائص کلھا وکل انواعھا وجواز الکذب فی اخبارہ تعالیٰ ووحیہ والھام یفضی الی مفاسد لا تحصے قال فی شرح المواقف ویمتنع علیہ الکذب اتفاقاً ولو کان اللّٰہ کاذبا لکان کذبہ قدیما اذلا یقوم الحادث بذاتہ تعالیٰ فکیف یکون الکذب من صفاتہ القدیمۃ وھو اصدق الصادقین،

اور چونکہ یہ نقص ہے اور خدا تمام نقائص سے بری ہے لہذا کذب اگر خدا کے اخبار ووحی والہام مین جائز ہو تو بڑے بڑے مفسدہ لازم آئین گے شارح مواقف نے کہاہے کہ کذب خدا پر باتفاق محال ہے اور اگر خدا جھوٹا ہو تو اُس مین جھوٹ کی صفت قدیم ہوگی اس لئے کہ حادث ذات قدیم مین قائم نہین ہو سکتا پھر کذب کیونکر اُس کے صفات قدیمہ مین سے ہو سکتا ہے حالانکہ وہ سب سے زیادہ سچا ہے،

اب پوچھو لو کہ ظلم رجس اور نقائص مین سے ہے یا نہین اور جب نقائص کا صدور خدا سے عقلاً بالذات محال ہے تو ظلم کو کیونکر جائز سمجھا جا سکتا ہے اور اگر ظلم کا صادر ہونا اُس سے جائز ہے تو اُسکو صفت قدیمہ ہونا چاہیئے کیونکہ حادث ذاتِ قدیم سے قائم نہین ہوتا تو خدا کو ہمیشہ سے ظالم ماننا پڑے گا! ایسا کہنے کی صورت مین اپنے ایمان باللہ کی تم خود خبر لیلو،

مرزا صاحب کی عبارت سے صاف ظاہر ہے کہ خدا پر ظلم عقلاً اور عادۃً بالذات

محال ہے اور اُسکا اتصاف نہین ہوسکتا، رہا اوسکا اصول دین سے ہونا تو ظاہر ہے کہ معاد کا ثبوت اسی لئے ہے کہ عدالت کا مقتضا ہے عاصی کو اُسکے کردار کی سزا اور مطیع کو اُسکے افعال کی جزا دی جائے اور جب عدالت ہی کو خدا کے لئے لازم خیال نہ کیا تو معاد کا عقیدہ رکھنا بالکل بے دلیل ہے اور پھر جتنے احکام شرعیہ معاد پر مترتب ہین وہ بھی اصل کے باطل ہونے سے برباد ہوجائینگے پس ثابت ہوا کہ عدالت کا اصول دین مین سے ہونا ثابت ہوا یا نہین ؟

امامت کے اصول دین مین سے ہونیکا قطعی ثبوت

رہ گیا امامت کا مسئلہ تو اُسکے جو کچھ براہین و ادلہ ہین وہ تو مفصل کتابون مین مرقوم ہین اور اب موقع نہین ہے کہ ہم اُسپر روشنی ڈالسکین مختصر یہ ہو کہ جس طرح نبی مبلغ شریعت ہو اور احکام کی تبلیغ کرتا ہے اُسی طرح امام حافظ شرع اور تغیر و تبدل و تحریف سے اُسکا بچانے والا ہے اور اُس سے انحراف کرنے کی صورت مین احکام اپنی اصلی صورت پر باقی نہین رہ سکتے، خدا کی حجت جو بندون پر تمام ہے کہ جسکی وجہ سے اُن کو ثواب و عقاب کا استحقاق ہوتا ہے وہ امام کے وجود سے اور اگر کسی زمانہ مین وہ موجود نہو تو لوگون پر خدا کی حجت تمام نہین حقیقی احکام شرعیہ جو تغیر و تبدل کی وجہ سے مخفی ہوگئے ہین ترتیب ثواب و عقاب کا موقع نہین اس کے علاوہ ہم قطعی ثبوت پیش کرتے ہین جس کے بعد شبہہ کی گنجائش نہین کہ امامت اصول دین مین داخل ہو

پہلی آیت یا ایھا الرسول بلغ اے رسول تبلیغ کرو اُس چیز کی جو تمپر

ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالتہٗ — نازل ہوئی اور اگر ایسا نہیں کیا تو اُسکی رسالت کو بالکل پہونچایا ہی نہیں

ابن حاتم اور ابن عساکر اور ابن مردویہ او صاحب فتح البیان و امام فخر الدین رازی و علامہ نیشاپوری و مورخ حبیب السیر و حافظ ابو نعیم اصفہانی و علامہ عینی شارح صحیح بخاری و امام واحدی و علامہ سیوطی و نظام اعرج و صاحب سیرۃ حلبیہ و ابو بکر نقاش و امام ثعلبی اور دیگر مفسرین کی تصریح کے موافق یہ آیت امیر المومنینؑ کی امامت کے متعلق وارد ہوئی ہے اور اہل سنت میں سے ہونے کے ادعا کے ساتھ جس کے معترض صاحب معترف ہیں اور ائمہ حدیث و علمائے تفسیر کے اقوال سے سرتابی ممکن نہیں۔

آیت صاف بتلا رہی ہے کہ اگر امامت کی تبلیغ نہ ہوئی تو دین بالکل بیکار رہے گویا کوئی حکم پہونچا ہی نہیں گیا پھر اصول دین کے معنی یہی تو ہیں کہ ایسا عقیدہ جس کے نہونے پر تمام دینی احکام بیکار ہو جائیں' درحقیقت یہ آیت صریحی طور پر امامت کو اصول دین میں بتلا رہی ہے'

امامت کو قرآن ما انزل الیک من ربک سے تعبیر کر رہا ہے اب اس کے اوپر منطبق کرو ایک دوسرے آیت قرآن کو الذین آمنوا و عملوا الصالحات و آمنوا بما نزّل علی محمد وھو الحق من ربھم کفر عنھم سیاتھم و اصلح بالھم اسکو محکم تو معلوم ہوگا کہ ما نزل علی محمد کے تحت میں امامت پر ایمان ضروری ہے اور اب

معترض کے معیار پر بھی امامت اصول دین مین نظر آئیگی،

دوسری آیت الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا، آج مین نے تمھارا دین کامل کردیا اور اپنی نعمت کو تم پر تمام کردیا اور تمھارے لئے دین اسلام کو پسند کرلیا،

امامت علی کی تبلیغ کے بعد یہ آیت نازل ہوئی ہے اس کو ابن مردویہ اور ابن عساکر اور خطیب وابن جریر طبری مورخ نے اور علامہ سیوطی نے درمنثور اور اتقان مین اور صاحب ترجمان القرآن اور صاحب ارجح المطالب اور دیلمی اور حافظ ابونعیم اور ابن المغازلی اور امام صالحی اور دیگر مفسرین نے نقل کیا ہے جسکے بعد انکار کی گنجائش نہین، امامت کے اعلان سے قبل دین ناقص تھا یا کامل ؟ اگر کہو کامل تو قرآن کی تکذیب ہے کیونکہ خدا روز غدیر اکمال دین کی خبر دے رہا ہے۔ اگر کہو ناقص تھا تو معلوم ہوا کہ دین کا ایک جزو امامت ہے اور اسی سے اسکا اصول دین مین ہونا ثابت ہے۔ ولله الحجۃ البالغۃ۔

ناچیز علی نقی النقوی بقلمہ
از نجف اشرف

اصولِ دین و قرآن نمبر ۲

بجواب المستفسر نمبر ۱

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامدًا و مصلیًا و مسلمًا

جنوری سنہ ۱۹۲۸ء میں جسکو گزرے ہوے دو سال آٹھ ماہ کا عرصہ ہوا جبکہ
جامعہ مبارکہ مدرسۃ الواعظین کے جلسے لکھنؤ مین ہو رہے تھے جماعت احمدیہ
کے سرگرم مبلغ حسام الدین احمد صاحب احمدی اکبرآبادی کی طرف سے
ایک اشتہار شایع ہوا تھا جس مین شیعی اعتقادات کے مطابق حقیقی دین
اسلام کے جو اصول خمسہ ہین انکا انکار کرتے ہوے علمائے شیعہ سے مطالبہ
کیا گیا تھا کہ وہ قرآن مجید سے ان اصول کا ثبوت پیش کرین، جہان تک
معلوم ہوا ہے مدرسہ کی جانب سے اس اشتہار کا جواب جلسہ عام مین دیدیا
گیا تھا لیکن مشتہر صاحب نے اس زبانی جواب کو ناکافی سمجھتے ہوے تحریری
جواب کا مطالبہ کیا اور دو تین ماہ کی تاخیر کو بہت زیادہ تصور کرتے
ہوے مکرر تقاضا کی ضرورت سمجھی، انکا خیال تھا کہ انکے اشتہار کی ہر ہر
لفظ کوہ گران اور سد سکندری ہے جسکے مقابل عالم شیعیت کی مجموعی
طاقت ناکافی ہے اجب ہی تو وہ یون ارشاد فرماتے ہین:-

"ایڈیٹر صاحب پہیل مین کو بھی ذریعہ تحریر توجہ دلاتا ہون خدا کرے

کہین دبی جرأت کرجاتین مگر اُمید نہین، انشاءاللہ کل نواب صاحب رامپور کو بھی ایک رجسٹری بھیجتا ہون دیکھون وہ کیا جواب دیتے ہین ورنہ ایک تحریک اور اخبارون کے ذریعہ کرکے انشاءاللہ ایک مستقل ٹریکٹ مفت تقسیم کرون گا، آپ کی طرف سے اُمید ہو کہ جواب شایع وذایع ہوجائے"۔

اللہ اللہ! غرور تفرق اور دعویٰ الامن مبارز مین اتنا زور تو ہوا میرے محترم بزرگ مولانا قاسم علی صاحب مدیر الواعظ نے اپریل ۱۹۲۸ء کے پرچہ مین اشتہار کی ہر ہر لفظ کا واضح عالمانہ جواب تحریر فرمایا اور مشتہر کے کسی اعتراض کو تشنۂ تحقیق نہین چھوڑا جسکے بعد ہی جولائی کے پرچہ مین ہمارا ایک فیصلہ کن مقالہ شایع ہوا جسمین قرآن، حدیث، مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے تصریحات سے معترض پر عرصہ بحث کو تنگ اور نجات کے راستون کو مسدود کردیا گیا تھا،

سابق زور شور اور جوش وخروش کا مقتضا تو یہ تھا کہ دو تین دن نہین چار پانچ ہفتہ نہین، چھ مہینہ ایک سال مین اسکا جواب شایع ہوجاتا لیکن دو سال کا زمانہ گذر گیا "صدائے برنخواست" عالم احمدیت شہر خموشان بن گیا، قوت ایمانی کے ساتھ ساتھ زور قلم نے بھی ساتھ چھوڑ دیا، اب دو برس کا عرصہ گذرنے کے بعد جسوقت یقین ہوگیا کہ مذکورہ مقالات کے مضامین کا نقش ناظرین کے قلوب سے محو ہوگیا ہوگا اور شاید بعض لاپرواہ اشخاص کے پاس سے الواعظ کا

زد پر جو بھی گم ہو گیا ہو، لکھنؤ ایک ادھر سے سیکڑون کوس دور صوبۂ بنگال کے
شہر کلکتہ سے ایک چند ورقہ اشتہار شایع کرنے کی ضرورت سمجھی گئی جس مین جناب
مدیر الواعظ کے مقالہ کو موضوع بحث قرار دیتے ہوے آخر مین بطور تیمن و تبرک
ہمارے طویل الذیل مقالہ کے چند جملون کو نقل کرکے اُسکے جواب دینے کی
کوشش کی گئی ہے۔

میرے خیال مین چونکہ اس قسم کی تحریرین تحقیق حق سے کوسون دور صرف
سخن پروری اور ذاتی جذبات کی نمایش کا ذریعہ ہوتی ہین لہذا اُنکا جواب دینا
فضول ہے لیکن صرف اس خیال سے کہ کسی کمزور ایمان رکھنے والے کو غلط فہمی
یا کسی طالب حق کے منزل تحقیق تک پہونچنے مین رکاوٹ نہ پیدا ہو مین اس
مضمون کے اہم اجزا پر ایک انتقادی نگاہ ڈالنا چاہتا ہون،

عدل و امامت کا قرآن سے ثبوت

شایع شدہ سابق مقالات مین عدل و امامت کے قرآنی شواہد کثرت سے
پیش کیے جا چکے ہین لیکن مستفسر صاحب اُن تمام بیانات کو پس پشت ڈالتے ہوے
یہ سوال ضروری سمجھتے ہین کہ "ایمان باللہ ایمان بالرسول، ایمان بالیوم الآخر
کی طرح عدل اور اثنا عشری امامت پر ایمان لانے والے کے لیے فرقان حمید
مین کوئی آیت بھی موجود ہے" یہ استفہام اگر حقیقۃً استفہام ہو تو اس سے بڑھکر

کمندذہنی کیا ہو سکتی ہے کہ جواب سن لینے کے بعد پھر اُسی سوال کا اعادہ کیا جائے اور اگر استفہام انکاری ہے تو ناانصافی اور سخن پروری کا پورا نمونہ۔ لیکن مستفسر کی خاطر سے ہم پھر فہرست آیات قرآنیہ کی پیش کردینگے اور عمل و امامت دونوں سے علیحدہ علیحدہ بحث کرکے اصل حقیقت پر آفتاب سے زیادہ تیز روشنی ڈالینگے۔

ایمان باللہ کی تحقیق

قرآن مجید میں ایسی آیتیں کثرت سے ہیں جنمیں ایمان باللہ کی تاکید کی گئی ہے اور اسکو مدار نجات قرار دیا گیا ہے۔

(۱) من امن باللہ والیوم الآخر و عمل صالحاً فلھم اجرھم عند ربھم ولاخوف علیھم ولاھم یحزنون۔

جو لوگ اللہ اور یوم آخر پر ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے تو انکے لئے انکا اجر انکے پروردگار کے پاس ہے اور انکے واسطے کوئی ڈر کی بات نہیں ہے اور نہ انکو رنج پہونچے گا۔

(۲) قولوا امنا باللہ وما انزل الینا۔

کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اُسپر جو ہماری طرف نازل کیا گیا،

(۳) امن الرسول بما انزل

جو کچھ رسول کی طرف اُسکے پروردگار

الیہ من ربہ والمومنون کل امن باللہ وملائکتہ وکتبہ ورسلہ (بقرہ)

کی جانب سے نازل کیا گیا اس پر وہ ایمان لایا اور مومنین بھی سب کے سب اللہ اور اس کے ملائکہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے۔

(۴) قل امنا باللہ وما انزل علینا۔

کہو کہ ہم اللہ پر ایمان لائے اور اس پر کہ جو ہمیں نازل کیا گیا۔

(۵) یؤمنون باللہ والیوم الاخر ویامرون بالمعروف وینھون عن المنکر ویسارعون فی الخیرات واولئک من الصلحین۔ (آل عمران)

وہ لوگ اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے اور نیکی کا حکم دیتے اور برائی سے روکتے ہیں اور نیک کاموں میں دوڑ پڑتے ہیں اور وہی لوگ صالحین میں سے ہیں۔

(۶) والذین امنوا باللہ ورسلہ ولم یفرقوا بین احد منھم اولئک سوف یؤتیھم اجورھم۔

اور جو لوگ اللہ اور اس کے پیغمبروں پر ایمان لائے اور انہیں سے کسی ایک کے درمیان میں فرق نہیں کیا انہی کو عن قریب ان کا پروردگار ان کے اجر عطا فرمائے گا۔

---

(۷) یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک والمقیمین

جو کچھ تمہاری طرف نازل کیا گیا اور جو کچھ تم سے پہلے نازل کیا گیا اس پر

الصلوٰة والموتون الزکوٰة والمومنون باللہ والیوم الاخر

وہ ایمان رکھتے ہین اور پابندی سے نماز پڑھتے ہین اور زکوٰۃ ادا کرتے ہین اور اللہ اور یوم آخر کا یقین رکھتے ہین ۔

(۸) فآمنوا باللہ ورسلہ

پھر اب تو ایمان لے آؤ تم اللہ اور اُسکے رسولون پر

(۹) فاما الذین امنوا باللہ واعتصموا بہ فسیدخلہم فی رحمۃ منہ وفضل ۔

جو لوگ اللہ پر ایمان لائے اور اُس سے لو لگا کر بیٹھے تو اللہ اُنکو عنقریب اپنی رحمت و فضل مین داخل کرے گا ۔

(۱۰) یا ایہا الذین امنوا امنوا باللہ ورسولہ ۔ (نساء)

اے زمرہ اہل ایمان مین داخل ہونیوالو اللہ اور اُسکے رسول پر (سچ مچ) ایمان لاؤ

(۱۱) فامنوا باللہ ورسولہ النبی الامی الذی یومن باللہ وکلمٰتہ (الاعراف)

پھر اب تو ایمان لاؤ اللہ اور اُسکے نبی اُمّی رسول پر جو اللہ اور اُسکے کلمات پر ایمان رکھتا ہی ؛

(۱۲) ان کنتم امنتم باللہ وما انزلنا علی عبدنا (انفال)

اگر تم اللہ پر اور اُس چیز پر جو ہمنے اپنے بندہ پر نازل کی ایمان لاچکے ہو ۔

(۱۳) قاتلوا الذین لا یومنون باللہ ولا بالیوم الاخر ۔

جنگ کرو اُن لوگون سے جو نہ اللہ پر ایمان رکھتے ہین اور نہ روز آخرت پر ۔

(۱۴) لا یستاذنک الذین یومنون

جو لوگ اللہ اور روز آخرت پر ایمان

باللہ والیوم الاخران یجاھدوا باموالھم وانفسھم ۔

لائے ہیں انکو اپنے جان و مال کے ساتھ جہاد کرنے میں تم سے پوچھنے گچھنے کی عادت نہیں ہے ۔

---

(۱۵) واذا انزلت سورۃ ان امنوا باللہ وجاھدوا مع رسولہ استاذنک اولوا الطول منھم (توبہ)

اور جب کوئی سورہ ایسا نازل ہوا کہ ایمان لاؤ اللہ پر اور اسکے رسول کیساتھ ہو کر جہاد کرو تو تم سے اجازت مانگنے لگے (بیٹھ رہنے کی) انہیں سے دولتمند لوگ ۔

(۱۶) انی ترکت ملۃ قوم لا یؤمنون باللہ وھم بالاخرۃ ھم کافرون (یوسف)

یقیناً میں نے اس قوم کی ملت و مذہب کو ترک کر دیا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے اور آخرت کے بھی منکر ہیں ،

(۱۷) ولا تاخذکم بھما رافۃ فی دین اللہ ان کنتم تومنون باللہ والیوم الاخر

اور تم کو ان دونوں (زانی و زانیہ) پر خدا کے حکم کے جاری کرنے میں رحم نہ آجائے اگر تم اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو ۔

---

(۱۸) انما المؤمنون الذین امنوا باللہ ورسولہ (نور)

ایمان دار صرف وہی لوگ ہیں جو اللہ اور اسکے رسول پر ایمان رکھتے ہیں ۔

(۱۹) ومن الناس من یقول امنا

اور کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں کہ

باللہ فاذا اوذی فی اللہ جعل	ہم اللہ پر ایمان لائے پھر جب اُن کو
فتنۃ الناس کعذاب اللہ۔	خدا کی راہ میں کوئی تکلیف ہو پہنچی
(عنکبوت)	تو اُنھوں نے لوگوں کی تکلیف دہی

کو مثل عذاب الٰہی کے قرار دے لیا۔

(۲۰) فبای حدیث بعد اللہ	تو اللہ اور اُسکی آیتوں کو چھوڑ کر یہ لوگ
وآیاتہ یؤمنون (جاثیہ)	کس بات پر ایمان لاوینگے"
(۲۱) لتؤمنوا باللہ ورسولہ	"تاکہ تم لوگ اللہ اور اُسکے رسول پر
وتعزروہ وتوقروہ۔	ایمان لاؤ اور اُسکی مدد کرو اور اُسکو بزرگ سمجھو
(۲۲) ومن لم یؤمن باللہ و	اور جو شخص خدا اور اُسکے رسول پر ایمان
رسولہ فانا اعتدنا للکافرین	نہ لائے تو ہم نے کافروں کے لئے جہنم
سعیرا (فتح)	کی آگ تیار کر رکھی ہے مومن تو بس وہی

لوگ ہیں جو اللہ اور اُسکے رسول پر ایمان لائے ہیں۔

(۲۴) امنوا باللہ ورسولہ و	اللہ اور اُسکے رسول پر ایمان لاؤ اور
انفقوا مما جعلکم مستخلفین فیہ	جس مال میں تمکو اُسنے اگلوں کا خلیفہ
مالکم لا تؤمنون باللہ والرسول	قرار دیا ہے اُسمیں سے کچھ اللہ کی
یدعوکم لتؤمنوا بربکم۔	راہ میں بھی خرچ کرو اور تمکو کیا ہو گیا

ہے کہ خدا پر ایمان نہیں لاتے حالانکہ رسول تمکو بلا رہے ہیں تاکہ تم اپنے پروردگار پر

ایمان لاؤ،

(۲۵) والذین امنوا باللہ و رسلہ اولئک ھم الصدیقون والشہداء عند ربہم۔

اور جو لوگ اللہ اور اسکے رسول پر ایمان لائے وہی اپنے پروردگار کے نزدیک صدیقین و شہداء مین داخل ہین۔

(۲۶) اعدت للذین امنوا باللہ و رسلہ (حدید)

مہیا کی گئی ہے وہ (جنت) اُن لوگون کے لئے جو اللہ اور اُسکے پیغمبرون پر ایمان لائے ہین،

---

(۲۷) ذلک لتؤمنوا باللہ و رسولہ (مجادلہ)

یہ حکم اس لئے ہے کہ تم اللہ اور اُسکے رسول پر ایمان لاؤ!

(۲۸) یخرجون الرسول وایاکم ان تؤمنوا باللہ ربکم۔ (ممتحنہ)

وہ لوگ تم کو اور رسول کو اس بات پر گھر سے نکالتے ہیں کہ تم اللہ پر ایمان لائے جو تمہارا پروردگار ہے۔

(۲۹) تؤمنون باللہ و رسولہ (صف)

اللہ اور اُسکے رسول پر ایمان لائے ہو

(۳۰) فامنوا باللہ و رسولہ والنور الذی انزلنا۔

تو ایمان لاؤ تم اللہ پر اور اُسکے رسول پر اور اُس نور پر جو ہمنے نازل کیا،

(۳۱) ومن یؤمن باللہ و یعمل صالحا یکفر عنہ

اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے اور اچھے کام کرے تو وہ اُس سے اُسکی برائیون کو

میثاتھ
دور کر دے گا۔

(۳۲) ومن یؤمن باللہ یھد قلبہ (تغابن)
اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے تو اللہ اسکے دل کی ہدایت کرتا ہے،

(۳۳) ذالکم یوعظ بہ من یؤمن باللہ والیوم الاخر۔
ان باتوں سے اس شخص کو نصیحت کیجاتی ہے جو اللہ اور یوم آخر پر ایمان رکھتا ہے

(۳۴) ومن یومن باللہ ویعمل صالحا یدخلہ جنات تجری من تحتھا الانہار (طلاق)
اور جو شخص اللہ پر ایمان لائے اور اچھے اچھے کام کرے تو اللہ اسکو ان باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔

(۳۵) قل ھو الرحمن امنا بہ وعلیہ توکلنا (ملک)
کہہ کہ وہی بڑا رحم کرنے والا ہے ہم اسی پر ایمان لائے اور اسی پر ہمنے بھروسہ کر لیا ہے۔

(۳۶) انہ کان لا یؤمن باللہ العظیم (حاقہ)
بیشک وہ خدائے بزرگ پر ایمان نہ لاتا تھا۔

(۳۷) فمن یؤمن بربہ فلا یخاف بخسا ولا رھقا (جن)
جو شخص اپنے پروردگار پر ایمان لائیگا وہ نہ نقصان کا خوف کرے گا نہ ظلم کا

(۳۸) وما نقموا منھم الا ان یؤمنوا باللہ العزیز الحمید۔
اور وہ لوگ ان مومنین سے صرف اسبات پر ناخوش ہیں کہ وہ اللہ پر ایمان لائے جو

غالب اور سزاوار حمد ہی،

ان تمام آیات مین پیرایہ بدل بدل کر مختلف عنوانون سے ایمان باللہ کی طرف دعوت دی گئی ہے اور اس کو وار نجات بتلایا گیا ہے لیکن قرآن مجید مین کسی جگہ ایمان بتوحید اللہ کی لفظ نہین ملتی مثلاً امنو بتوحید اللہ، یومنوا بتوحید اللہ، الذین امنوا بتوحید اللہ وغیرہ وغیرہ۔

ہمارے مخاطب طبقہ مین تو حفاظ قرآن کی کمی نہین آکو اپنی محنت و ریاضت کے صرف کرنے کا بہی موقع ہے قرآن سے ایک ہی آیت ایسی نکالدین جس مین ایمان کی لفظ کا انتساب توحید اللہ کی طرف کرکے تصریحاً ایمان بتوحید اللہ کی دعوت دی گئی ہو لیکن مین ایک ایسے فرقہ سے تعلق رکھتے ہوئے جسکے متعلق اُسکے مخالفین کا یہ بے بنیاد خیال ہے کہ اُن مین حافظ قرآن نہین ہو سکتا صرف اپنے غور و خوض اور تدبر فی القرآن پر بھروسہ کرکے دعوی سے کہتا ہون کہ قرآن مین کوئی آیت ایسی نہین مل سکتی جس مین ایمان کی لفظ کو توحید کے ساتھ منضم کیا گیا ہو،

اگر ایمان باللہ کا مفہوم صرف وجود باری تعالی کا اقرار و اعتراف ہے جیسا کہ اُسکے ظاہری معنی پر جمود اختیار کرنیکا اقتضا ہے تو وہ توحید کو

کسی طرح نہین بتلاتا، مادیین اور دہریین کہ جو اصل وجود خالق کے منکر
ہین اُنکے سوا تمام فرق عالم کائنات کے لئے خالق کے وجود کا اعتراف
رکھتے ہین جو کچھ بھی ہے وہ اُسکے خصوصیات واوصاف مین اختلاف ہے
ثنویہ دوا ور نصاریٰ تین مان کربھی اُسکے وجود کے معترف ہین اور بت
پرست بھی اپنے اصنام کو اُس کی ذات کا مظہر فرض کرکے اُسکی ہستی کا اقرار
کرتے ہین، درصورتیکہ ایمان باللہ مین ذات باری کے وجود کا اعتراف
کافی ہو یہ سب مومن باللہ قرار پائینگے اور آیۂ شریفہ وما یؤمن اکثرہم
باللہ الا وھم مشرکون (سورۂ یوسف) مین الا کو اگر استثنائے
متصل فرض کیا جائے جیساکہ اُسکے ظاہری معنی کا اقتضا ہے تو وہ صاف
بتا رہی ہے کہ مشرکین کو ایمان باللہ حاصل ہے،

اس صورت مین ان آیات سے کسی طرح توحید کا رکن ایمان ہونا ثابت
نہین ہوتا، اور چونکہ مستفسر کے نزدیک اصول دین مین سے ہونیکا معیار یہ ہے
کہ ایمان باللہ ایمان بالرسول ایمان بالکتاب وغیرہ کی ہیئت ترکیبیہ اور
اسی صورت سے جس شئے کے ایمان کا حکم قرآن مین ہو وہی داخل اصول
دین ہوسکتی ہے اور اسی لئے وہ عدل کے داخل اصول دین ہونے سے منکر
ہین کیونکہ قرآن مین کہین ایمان بالعدل کی لفظ کہکر اُس کا حکم نہین دیا گیا
ہے تو اس صورت مین اُنکو اپنے اعتقاد توحید سے ہاتھ دہونا چاہیئے اسلئے

گر قرآن مجید مین کہین ایمان بالتوحید کی لفظ کا وجود نہین ہے،

اور اگر ایمان باللہ کا مفہوم ذرا وسیع ہے یعنی وہ صرف وجود باری کے اقرار کا نام نہین بلکہ اللہ تعالی کو اُن خصوصیات واوصاف کے ساتھ جو اسکے شایان شان ہین ماننا اُس کا حقیقی محصل ہے تو اسکے تحت مین جس طرح توحید مندرج ہوتی ہے اُسی طرح عدل بھی داخل ہے،

اگر آیات الٰہیہ مین تدبر کیا جائے تو ایمان باللہ کے یہی دوسرے معنی متعین ہو جاتے ہین۔

سابق معنی کی رو سے ایمان باللہ یہود ونصاری بلکہ عباد اصنام وثنویہ اور مجوس کو بھی حاصل ہے اور ظاہر ہے کہ ملک عرب مین نزول قرآن اور اسلامی آغاز کے دور مین زیادہ تر یہود اور عباد اصنام کی کثرت تھی، طبیعین ودہریین کا وجود شاید النادر کالمعدوم کا مصداق ہو۔

ایسی صورت مین تابڑ توڑ مسلسل وپیہم آیتون مین پیرایہ بدل بدل کر ایمان باللہ کی دعوت دینا اور صرف وجود باری تعالی کے اقرار لینے مین اتنا بڑا اہتمام صرف کرنا بالکل بے موقع، بے فائدہ اور فضول تحصیل حاصل ہے اور اس صورت مین سورۂ یوسف والی آیت کے کلمہ الا کو استثنائے منقطع پر محمول کرنا ناگزیر ہے۔

ذات اگر ایسی ہو کہ اشارۂ حسیہ اسکی طرف ممکن ہے تو اسکے وجود کا اعتراف

و اقرار اُسکے اوصاف پر موقوف نہین، حواس ظاہریہ سے اُسکا ادراک کرکے
اُسکے وجود کا اقرار ہو سکتا ہے اگرچہ بعض اوصاف اُسکے معرض انکار مین
ہون لیکن جبکہ ذات ایسی ہو جسکے ادراک سے حواس ظاہریہ قاصر ہون تو
اس صورت مین اُسکا ادراک معرفت، ایمان، تصدیق سب کچھ موقوف
ہے اس بات پر کہ اُسکے اوصاف کے ذریعہ سے اشارہ کیا جائے اب اگر
اُسکے وہ اوصاف جو واقعی ہین اُنکی تصدیق حاصل ہے تو انھین اوصاف
کے ذریعہ سے اُسکی طرف اشارہ ہوگی اور چونکہ یہ اوصاف اُس پر حقیقۃً منطبق
ہین لہذا یہ ایمان و تصدیق و ادراک اُسی ذات کا قرار پائیگا لیکن اگر اُسکے
اوصاف واقعیہ کا ایمان و ادراک نہین بلکہ ایسے اوصاف کا عقیدہ ہے
جو اُسکی شان قدس و جلال کے خلاف ہین تو جب ان اوصاف کے ذریعہ سے
اُنکے موصوف کی طرف اشارہ اور اُس موصوف پر ایمان ہوگا تو یہ کیسی طرح
اُس ذات پر منطبق نہین ہو سکتا جو اُن اوصاف سے متصف نہین،

چونکہ باری تعالیٰ ایسی ذات ہے کہ اشارہ حسیہ اُسکی طرف ممکن نہین
لہذا اُس پر ایمان و ادراک اس امر پر موقوف ہے کہ اُسکے اوصاف کے ذریعہ
سے اشارہ کرکے اُسکی ذات مخصوصہ کا ایمان حاصل ہو، اگر اُسکے واقعی وصاف
ثبوتیہ و سلبیہ کے خلاف دیگر اوصاف کا اعتقاد ہو تو چونکہ یہ اوصاف اُسپر
منطبق نہین لہذا کسی طرح یہ ادراک و ایمان اُسکے ساتھ متعلق نہین ہو سکتا

جاہل اور نافہم عوام بھی شاید اس مطلب کو سمجھ لینگے کہ جب باری تعالی واقعا
واحد، عالم، قادر، حکیم، عادل، جسم و جسمانیات سے منزہ و مبرا ہے تو
اگر انسان کو اعتقاد ہے کہ خدا وہ ہے جو ایک نہین بلکہ متعدد و متباین
رکھتا ہو یا جہل سے متصف ہو یا حکیم و عادل نہین بلکہ عبث و ظلم اس پر
صحیح ہے یا جسم و جسمانیات رکھتا ہے تو یہ اعتقاد کسی طرح اس خدا کا اعتقاد
نہین جو یہ اوصاف نہین رکھتا بلکہ واحد عالم قادر حکیم وغیرہ ہے یہ اعتقاد
ایک طبعزاد و خانہ ساز خدا کا اعتقاد ہے کہ جسکے وجود سے صفحہ ہستی خالی
ہے ہمارے اس بیان سے یہ امر بخوبی ثابت ہو جاتا ہے کہ ایمان باللہ
کے معنی ہی یہ ہین کہ باری تعالی کا اون اوصاف کے ساتھ جو اسکے
شایان شان ہین اعتقاد حاصل ہو اسی صورت سے توحید ایمان باللہ
مین داخل اور اسی حیثیت سے عدل ایمان باللہ کا رکن ہے اور اسی
اعتبار سے باری تعالی کے تمام اوصاف جو عقلی و سمعی ادلہ سے ثابت
ہو جائین ایمان باللہ کا جز ہین۔

قرآن مین عدل و توحید کا مساوی پلہ

قرآن مجید مین جس طرح خداوند عالم کے لئے وحدت کو مختلف پیرایہ
مین طرح طرح کا لباس پہنا کر ثابت کیا گیا ہے اسی طرح عدل کو بھی بار بار

صورت بدل بدل کر پیش کیا گیا ہے اور باری تعالیٰ کے لئے صفت عدل
ثابت کرنے مین پورا اہتمام صرف کیا گیا ہے -

جس طرح توحید مین ایجابی اور سلبی دونون پہلوؤن کو ملحوظ رکھتے
ہوئے کبھی قل ھو اللہ احد کہکر اسکی وحدت کو ثابت کیا گیا ہے اور
کبھی لا تقولوا ثلثۃ اور لا الہ الا ھو کہکر تعدد کی نفی کی گئی ہے -
اسی طرح عدل مین ان دونون ایجابی و سلبی پہلوؤن کا لحاظ کیا گیا ہے،
ایک طرف اس صفت کو جملہ ثبوتیہ کی صورت مین باری تعالیٰ کے
لئے ثابت کیا گیا ہے اور دوسری طرف اسکے مخالف وصف ظلم کی جناب
باری عز اسمہ سے نفی کی گئی ہے، اس سے صاف ظاہر ہے کہ قرآن مین
توحید و عدل کا پلہ مساوی ہے اور جس طرح توحید کا اعتقاد ضروری ہے
اسی طرح عدل کا اعتقاد بھی ایمان باللہ کے تحت مین لازمی ہے -

عدل کی حقیقت

کہنے مین تو یہ سہ حرفی لفظ اور اسکے معنی بھی بالکل مختصر ہین لیکن
نتائج و فروع کی حیثیت سے یہ صفت بہت وسیع ہو جاتی ہے -

عدل کا اعتقاد رکھنے کے ساتھ جس طرح ایک مومن کامل باری تعالیٰ
سے ظلم کی نفی کرتا ہے اسیطرح ظلم کے جتنے فروع اور متعلقات ہین انکی بھی

ذات احدیت سے نفی کر دیتا ہے، ظلم اور بے انصافی کو خدا پر جائز سمجھنے والے اسکے ساتھ بہت سے لوازم کے پابند ہونے پر مجبور ہیں۔

خدا کا اپنے بندوں کو برے کاموں پر مجبور کرنا اور پھر خود ہی انکو سزا دینا، بندوں کو اُن کی طاقت سے زیادہ تکلیف دینا، فرمان بردار بندوں کے ساتھ ناانصافی کر کے انکو عمل سے کم بدلا دینا نافرمان بندوں کو اُن کے استحقاق سے زیادہ سزا دینا، بندوں پر بغیر قصور کے عذاب نازل کرنا، اپنے احکام کو پہونچائے بغیر اُنکی مخالفت پر عقاب کرنا وغیرہ وغیرہ اور عدل باری تعالیٰ کے معنی یہ ہیں کہ وہ ان تمام افعال و اوصاف سے منزہ و مبرا ہے۔ قرآن مجید نے جس طرح صفت عدل کا نام لیکر اُسے باری تعالیٰ کے لئے ثابت اور ظلم کا نام لیکر اُس سے نفی کی ہے اُسی طرح ظلم کے تمام آثار و لوازم کو طرح طرح سے خدا کی ذات سے علیحدہ کر کے عدل کی ایک مکمل تصویر پیش کر دی ہے اور یہ تمام آیات جناب باری کی صفت عدل کی دلیل ہیں اگر موقع ہوتا تو ہم ہر آیت کے ذیل میں اُسکی شرح و تفسیر بھی لکھتے جاتے لیکن اختصار کا خیال اور ضیق وقت مجبور کرتا ہے کہ صرف اُن کی فہرست پیش کر دیں۔

ونُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ

✻

آیاتِ قرآن کا متفقہ فیصلہ

خدا عادل ہے ظالم نہیں

(۱) شھد اللہ انہ لا الٰہ الا ھو والملٰئکۃ واولوا العلم قائماً بالقسط

(آل عمران پ ۳)

خدا اور ملائکہ اور تمام صاحبان علم گواہ ہیں کہ سوا اللہ کے کوئی خدا نہیں اور وہ صفت عدل کے ساتھ قائم و دائم ہے،

(۲) ذلک بما قدمت ایدیکم وان اللہ لیس بظلام للعبید

(آل عمران پ ۴)

یہ تو انھیں کاموں کا بدلا ہے جو تمھارے ہاتھوں نے پہلے کر رکھے ہیں اور خدا ہرگز بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے

(۳) ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ

(نساء پ ۵)

خدا ہرگز ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا۔

(۴) وتمت کلمت ربک صدقا وعدلا لا مبدل لکلماتہ

(انعام پ ۸)

تمھارے پروردگار کی بات سچائی اور عدل کے ساتھ پوری اتری، اُسکی بات کو کوئی بدل نہیں سکتا

(۵) قل امر ربی بالقسط

(اعراف پ ۸)

کہدو کہ میرے پروردگار نے مجھکو عدل و انصاف کا حکم دیا ہے۔

(۶) ان اللہ لا یظلم الناس شیئاً ولکنّ الناس انفسھم یظلمون (یونس پ ۱۱)

یقین جانو اللہ لوگوں پر کچھ بھی ظلم نہین کرتا لیکن لوگ خود اپنے انھون اپنے اوپر ظلم کرتے ہین۔

(۷) وما ظلمناھم ولکن ظلموا انفسھم۔ (ھود پ ۱۲)

ہم نے اُن پر ظلم نہین کیا مگر خود انھون نے اپنے اوپر ظلم کیا۔

(۸) ان اللہ یامر بالعدل والاحسان (نحل پ ۱۴)

بے شک اللہ تم کو عدل و انصاف نیکی و احسان کا حکم دیتا ہے۔

(۹) ونضع الموازین القسط لیوم القیامۃ فلا تظلم نفس شیئاً وان کان مثقال حبۃ من خردل اتینا بھا وکفی بنا حاسبین (انبیاء پ ۱۷)

ہم قیامت کے دن عدل کی ترازوین کھڑی کردین گے لہذا کسی شخص پر کچھ بھی ظلم نہ ہوگا اور اگر رائی کے دانہ کے برابر بھی کسی کا عمل ہوگا تو ہم اُس کو سامنے لے آئینگے اور ہم سے بڑھ کر کون حساب کرنے والا ہو سکتا ہے۔

(۱۰) ذالک بما قدّمت یداک وان اللہ لیس بظلام للعبید (حج پ ۱۷)

یہ انھین کامون کا بدلا ہے جو تیرے اپنے ہاتھون نے پہلے کر رکھے ہین اور خدا ہرگز بندون پر ظلم کرنے والا نہین۔

(۱۱) وما اللہ یرید ظلماً للعباد

خدا کا ارادہ بندون پر ظلم کے ساتھ

متعلق نہیں ہوتا۔

(مومن پ ۲۴)

(۱۲) من عمل صالحاً فلنفسہ ومن اساء فعلیہا وما ربک بظلام للعبید۔

جس نے اچھے کام کئے اپنے نفع کے لئے کئے اور جس نے برے کام کئے اُسنے اپنا ہی نقصان کیا اور تمھارا پروردگار لوگوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے۔

(حٰمٓ سجدہ پ ۲۵)

(۱۳) ما یبدل القول لدی وما انا بظلام للعبید (ق پ ۲۶)

میرے یہاں بات بدلا نہیں کرتی اور نہ میں بندوں پر ظلم کرنے والا ہوں

(۱۴) ذلک بما قدمت ایدیکم ان اللہ لیس بظلام للعبید

(انفال پ ۱۰)

یہ تو انھیں کاموں کا بدلا ہے جو تمھارے ہاتھوں نے پہلے سے کر رکھے ہیں اور خدا ہرگز بندوں پر ظلم کرنیوالا نہیں ہے

(۱۵) ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم

(رعد پ ۱۳)

خدا کسی قوم سے اُس نعمت کو جو اُنہیں ہے خواہ مخواہ سلب نہیں کرتا جبتک کہ وہ لوگ خود اپنی نفسانی حالت کو بدل نہ دیں

(۱۶) ام نجعل الذین آمنوا وعملوا الصالحات کالمفسدین فی الارض ام نجعل المتقین کالفجار (ص پ ۲۳)

کیا ہم ان لوگوں کے ساتھ جنھوں نے ایمان اختیار کیا اور اچھے اعمال کئے اُن لوگوں کا سا برتاؤ کریں جنھوں نے زمین پر فساد برپا کیا یا ہم پرہیزگاروں

کو بندر کا روں کے شکل بنا دیں۔

(۱۷) من عمل صالحا فلنفسہ ومن اساء فعلیھا۔

(جاثیہ پ ۲۵)

جس نے اچھے اعمال کئے اُس نے اپنے لئے کئے اور جسنے برے کام کئے اُس نے اپنا ہی نقصان کیا۔

(۱۸) والذین امنوا واتبعتھم ذریتھم بایمان الحقنا بھم ذریتھم وما التناھم من عملھم من شیء کل امری بما کسب رھین۔

(طور پ ۲۷)

وہ لوگ جو ایمان لائے اور اُنکی اولاد نے بھی ایمان میں اُنکا ساتھ دیا تو ہم اُنکی اولاد کو بھی اُنکے درجہ تک پہونچا دینگے اور ہم نے اُنکے اعمال میں سے کچھ بھی کم نہیں کیا ہر شخص اپنے اعمال کے عوض رہن ہے۔

(۱۹) الا تزر وازرة وزر اخری وان لیس للانسان الا ما سعی وان سعیہ سوف یری ثم یجزیہ الجزاء الاوفی۔

(نجم پ ۲۷)

کسی پر دوسرے کے گناہ کا بار نہیں پڑے گا اور انسان کے لئے وہی بہتر ہے جتنی اُس نے کوشش کی ہو اور اُسکی کوشش کا عنقریب ہی جائزہ لیا جائیگا پھر اُسکو بھرپور بدلا دیا جائیگا۔

(۲۰) لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا (بقرہ پ ۳)

کسی شخص کو اللہ تکلیف نہیں دیتا مگر اُسکی وسعت بھر۔

(۲۱) لا یکلف اللہ نفسا الا
وسعہا لہا ما کسبت وعلیہا
ما اکتسبت (بقرہ پ ۳)

خدا کسی کو تکلیف نہین دیتا مگر اُسکی
وسعت بھر اُسکا اچھا کام اُسکے لئے
اور برا کام اُسی کے نقصان کا باعث ہی

(۲۲) واوفوا الکیل والمیزان
بالقسط لا نکلف نفسا الا وسعہا
واذا قلتم فاعدلوا ولو کان ذا قربیٰ
وبعہد اللہ اوفوا۔
(انعام پ ۸)

ناپ اور تول کو عدل و انصاف سے
پورا کیا کرو ہم کسی کو اُسکی وسعت سے زیادہ
تکلیف نہین دیتے اور جب بات کہو تو
عدل و انصاف کے ساتھ اگرچہ رشتہ دار
کے مقابل مین ہو اور خدا کے عہد و پیمان کو پورا کرو

(۲۳) لا نکلف نفسا الا وسعہا
(اعراف پ ۸)

ہم کسی کو اُسکی وسعت سے زائد تکلیف
نہین دیتے۔

(۲۴) لا نکلف نفسا الا وسعہا
ولدینا کتاب ینطق بالحق
وہم لا یظلمون
(مومنون پ ۱۸)

ہم کسی شخص کو اُسکی وسعت سے بڑھکر
تکلیف نہین دیتے اور ہمارے پاس لوگون
کے اعمال کی ایک کتاب ہے جو ٹھیک
بتلاتی ہے اور اُن لوگون پر بالکل
ظلم نہین کیا جائیگا۔

---

(۲۵) لینفق ذو سعۃ من
سعتہ ومن قدر علیہ رزقہ

وسعت رکھنے والے کو اپنی وسعت کے
مطابق خرچ کرنا چاہئیے اور جس کی

فلینفق مما اٰتاہ اللہ
لا یکلف اللہ نفسا الا ما
اٰتیھا ۔
(طلاق پ ۲۸)

روزی تنگ ہے وہ جتنا خدا نے اُسے
دیا ہے اُسمیں سے صرف کرے خدا نے
جتنی وسعت دی ہے اسی کے مطابق
تکلیف دیا کرتا ہے ۔

(۲۶) ذٰلک ان لم یکن ربک
مھلک القریٰ بظلم واھلھا
غافلون ۔ (انعام پ ۸)

بات یہ ہے کہ تمھارے پروردگار کا یہ شیوہ
نہیں ہے کہ بستیوں کو ظلم و زبردستی کیساتھ
ہلاک کردے درصورتیکہ باشندے اُنکے
بے خبر ہوں ،

(۲۷) وما کان ربک لیھلک
القریٰ بظلم واھلھا
مصلحون (ہود پ ۱۲)

تمھارے پروردگار کے یہ شایان نہیں
کہ بستیاں کی بستیاں ظلم و ستم کے ساتھ
اُجاڑدے حالانکہ باشندے اُنکے نیکوکار ہیں

(۲۸) تلک امۃ قد خلت لھا
ما کسبت ولکم ما کسبتم ولا
تسئلون عما کانوا یعملون ۔
(بقرہ پ ۱)

یہ وہ لوگ تھے کہ جو گذر گئے اُنکے لئے اُنکی
کارگذاری ہے اور تمھارے لئے تمھاری
کارگذاری اور جو کچھ وہ کر گذرے اُسکی
پوچھ گچھ تم سے نہ ہوگی ۔

(۲۹) من جاء بالحسنۃ فلہ
عشر امثالھا ومن جاء بالسیئۃ

جو شخص نیکی کرے گا اُسکو اُسکا دس گنا
ثواب عطا ہوگا اور جو شخص بدی کرے تو

فلا یجزی الا مثلہا وھم لا یظلمون (انعام پ ۸)
اُسکی سزا اُسکے برابر ہی دیجائے گی اور اُسکے ساتھ کوئی ظلم نہین ہوگا،

(۳۰) ھل یجزون الا ما کانو یعملون (سبا پ ۲۲)
جو اعمال اُنھون نے کئے تھے اُسی کے مطابق اُن کو جزا دیجائے گی،

(۳۱) ولا تکسب کل نفس الا علیہا ولا تزر وازرۃ وزر اخری (انعام پ ۸)
جو شخص کوئی برا کام کرتا ہے تو اُسکا نقصان اُسی کے لئے ہے اور کسی پر دوسرے کے گناہ کا بار نہین پڑے گا۔

(۳۲) من اھتدی فانما یھتدی لنفسہ ومن ضل فانما یضل علیہا ولا تزر وازرۃ وزر اخری وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا (بنی اسرائیل پ ۱۵)
جو شخص صحیح راستہ پر چلتا ہے وہ اپنے ہی لئے چلتا ہے اور جو راستے سے بھٹکتا ہے وہ بھٹک کر اپنا ہی خود نقصان کرتا ہے اور کوئی دوسرے کے گناہ کا بار نہین اٹھا سکتا۔ اور ہمارا کبھی شیوہ نہین رہا کہ کسی قوم پر عذاب کرین جب تک کہ کوئی رسول اُنکی طرف مبعوث نہ کر دین۔

(۳۳) قل لا تسئلون عما اجرمنا ولا نسئل عما تعملون (سبا پ ۲۲)
تم اُن سے کہدو کہ نہ ہمارے گناہون کی تم سے پوچھ گچھ ہوگی اور نہ تمھاری کارستانیون کی ہم سے بازپرس۔

(۳۴) ولا تزر وازرۃ وزر اخری وان تدع مثقلۃ الی حملھا لا یحمل منہ شیء ولو کان ذا قربی

(فاطر پ ۲۲)

کوئی دوسرے کے گناہ کا بار نہ اٹھایگا اور اگر کوئی گران بار کسی کو اپنا بار اٹھانے کیلئے بلائے تو اُسکے بار میں سے کچھ بھی نہ اٹھایا جائیگا، اگرچہ اُسکا عزیز قریب ہو۔

(۳۵) ولا تزر وازرۃ وزر اخری (زمر پ ۲۳)

اور کوئی کسی دوسرے کے بار کو نہ اٹھائے گا۔

(۳۶) فمن اھتدی فلنفسہ ومن ضل فانما یضل علیھا

(زمر پ ۲۴)

جو شخص راہ راست کو اختیار کرے اُسنے اپنا ہی نفع کیا اور جو بری راہ لگے اُسنے اپنا ہی نقصان کیا۔

---

(۳۷) من عمل صالحا فلنفسہ ومن اساء فعلیھا

(جاثیہ پ ۲۵)

جو نیک اعمال کرے تو وہ اُسکے نفع کیلئے ہیں اور جو برے کام کرے تو وہ اُسی کے نقصان کا باعث ہیں۔

(۳۸) وما کان اللہ لیضل قوما بعد اذ ھدیھم حتی یبین لھم ما یتقون۔

خدا کے لئے یہ زیبا نہیں کہ وہ کسی قوم کو لیجا سکے کہ اُن کو صحیح رستہ پر چلا چکا ہے ترک کردے جب تک کہ اُن کو

قابل اجتناب چیز ہیں بتلا نہ دے۔

(۳۹) لیھلک من ھلک عن بینۃ ویحییٰ من حی عن بینۃ۔ | جو شخص ہلاک ہو وہ حجت تمام ہونے کے بعد اور جس کو زندگانی حاصل ہو وہ بھی بعد اتمام حجت،

(۴۰) من یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ۔ | جو ایک ذرہ بھر نیک کام کریگا اُس کا انجام دیکھ لیگا اور جو ایک ذرہ بھر بد کام کرے گا اُسکو بھی دیکھ لیگا،

ایک چھوڑ چالیس آئتین

کیا اب بھی مطالبہ پورا نہیں ہوا!؟

قرآن مجید کی ایک آیت بھی اگر کسی چیز کی گواہی دے تو اُس پر ایمان لانا مسلمانون کا فرض ہے چہ جائیکہ چالیس آئتین متفقہ طور پر یک زبان ویک آہنگ ہوکر ایک مطلب کو بیان کرین اس سے کیا یہ ثابت نہین ہوتا کہ باری تعالیٰ کی نظر مین صفت عدالت کو کتنی اہمیت حاصل ہے اور وہ کسی طرح راضی نہین کہ اُسکی طرف ظلم کا توہم بھی ہو سکے، وہ تابڑ توڑ مسلسل آئتون سے اس امر پر زور دیتا ہے کہ خداوند عالم عادل ہے اور اُسکے

کاموں میں ظلم کا شائبہ نہیں لیکن افسوس ہے کہ بہت سے مسلمان پھر بھی اُس پر ظلم کو روا سمجھتے رہے مستفسر صاحب بھی اسی گروہ میں داخل ہیں اُنکا خیال ہے کہ شیعوں نے عدل کو اپنی عقل محض سے مدار ایمان بنا رکھا ہے اور وہ خانہ ساز اصول میں سے ہے اور جس مذہب میں خدا کا عادل سمجھنا ضروری ہی وہ شیعوں کا عقلی اختراعی ہے نہ کہ من عند اللہ" وہ بڑے زور شور سے سوال کی صورت میں مطالبہ کرتے ہیں " کیا ایمان باللہ ایمان بالرسل ایمان بالیوم الآخر کی طرح عدل پر ایمان لانے کے لئے قرآن مجید میں کوئی ایک آیت بھی موجود ہے،" کوئی ایک کے بجائے چالیس آیتیں دکھلا دیجئے لیکن اُسکے بعد بھی معلوم نہیں مستفسر کا مطالبہ پورا ہوگا یا وہ پھر یہی سوال کرینگے کہ کیا عدل پر ایمان کے لئے کوئی آیت قرآن میں ہے"؟

اصول دین اور اصول مذہب کی تشریح

توحید و عدل کا اصلی مفہوم

مذکورہ بالا بیانات سے بامر بخوبی ثابت ہو چکا ہے کہ ایمان باللہ کے تحت میں خداوند کریم کے تمام صفات کمال کا جو ادلہ قطعیہ سے ثابت ہو جاتے اعتقاد ضروری ہے، اور یہ سب مدار نجات ہیں اور ایک مسلمان حقیقی طور پر اُسی وقت مسلمان اور مومن ہو سکتا ہے جب وہ اُن تمام پر ایمان رکھے

توحید و عدل اگرچہ ظاہر میں دو مختصر مفہوم ہیں لیکن علم کلام پر عبور حاصل کرنیوالا اس امر کو سمجھ سکتا ہے کہ یہ دونوں مفہوم باری تعالیٰ کے تمام اوصاف ثبوتیہ و سلبیہ صفات ذات و صفات فعل سب پر حاوی ہیں یہ دونوں دو سرخیاں ہیں جنکے تحت میں متعدد ابواب مندرج ہیں ؛

توحید کے ذیل میں وجود صانع، وجوب ذاتی، قدم، علم، قدرت، حیات ارادہ، نفی شریک، نفی احتیاج، نفی جسم و جسمانیات وغیرہ وغیرہ سب داخل ہیں اور عدل کے تحت میں نفی جبر، نفی ظلم، عدالت اور انصاف اور اُسکے تمام فروع و شعب مندرج ہیں اور چونکہ الٰہی سب کا اعتقاد بہیئت مجموعی ایمان باللہ کا مرادف ہے اور اُسپر تمام اعمال و عبادات کی قبولیت متفرع ہے اس لئے توحید و عدل اپنے مذکورۂ بالا وسیع معنی کے ساتھ اصول دین میں داخل ہیں۔

وہ چیزیں کہ جن پر ایمان رکھنا ضروری ہے اگرچہ سب مدار نجات ہیں اور اُخروی فلاح و نجاح اُن کے اعتقاد پر موقوف ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ اُن میں سے ہر ایک کا منکر ظاہری احکام کی رو سے بھی کافر سمجھا جائے،

حضرت رسالتمآب نے خود فرمایا تھا ستفترق امتی علی ثلث وسبعین فرقۃ کلھم فی النار الا واحدۃ اس سے صاف ظاہر ہے

کہ اسلامی جماعت میں تفرقہ بازی ہوگی اور ۷۳ فرقے ہو جائینگے مگر یہ سب امت نبی میں داخل اور اسلامی جامعہ کے اجزا ہیں لیکن نجات انمیں سے صرف ایک ہی جماعت کیلئے ہے،

یقینی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ظاہری صورت میں اسلام ایک وسیع معنی رکھتا ہے جو تمام فرق اسلامیہ کو شامل ہے، ایسی صورت میں ہر وہ عقیدہ کہ جس پر نجات کا انحصار ہو ضروری نہیں کہ اسکا منکر دائرہ اسلام سے بھی خارج ہو جائے لیکن بعض ایسے اہم عقائد ضرور ہیں جو اسلام کے مخصوص ارکان ہیں اور جن میں تمام مسلمان برابر سے شریک ہیں کہ انکا انکار کرنے والا شخص اسلامی دائرہ سے بھی خارج ہو جاتا ہے اسی بنا پر ان عقائد میں جو حقیقۃً اصول دین اور مدار ایمان اور معیار نجات ہیں ایک دوسری اصطلاحی نگاہ ڈال کر فرق قرار دیدیا گیا ہے،

وہ عقائد کہ جنمیں تمام مسلمان ناجی اور غیر ناجی سب کے سب شریک ہیں اور جن کے بغیر کوئی شخص ظاہری حیثیت سے بھی مسلمان نہیں ہو سکتا انکا نام اصول دین رکھا گیا ہے اور وہ عقائد کہ جنکا بہت سے فرق اسلام نے انکار کیا ہے لیکن حقیقۃً وہ ادلۂ قطعیہ سے ثابت ہیں اور مدار نجات و ایمان ہیں انکا نام اصول مذہب ہے۔

اور چونکہ صحیح مذہب ہی دین واقع کا صحیح مصداق ہے اسلئے اسکے

جو اصول ہون وہی حقیقۃً دین کے اصول ہین اور انّ الدّین عند اللہ
الاسلام رضیت لکم الاسلام دینا ، ومن یبتغ غیر الاسلام
دینًا فلن یقبل منہ وھو فی الاخرۃ من الخاسرین وغیرہ وغیرہ
انہی پر منطبق ہے ،

جناب مدیر الواعظ دامت معالیہ کا یہ لکھنا کہ " تین اصول دین ہین
یعنی توحید نبوت معاد اور دو اصول مذہب ہین عدالت امامت اور ان
پانچون کو تغلیبًا اصول دین کہتے ہین " اسی اصطلاح پر مبنی ہے ، ہان
بے شک ہماری تحریر سے یہ امر ثابت ہوگیا کہ یہ پانچون تغلیبًا نہین بلکہ
تحقیقًا اصول دین ہین اور تین کو اصول دین ، دو کو اصول مذہب کہنا
صرف ایک اصطلاحی فرق ہے ،

ہمارے اس بیان سے مستفسر کے سوال نمبر ۲ اور نمبر ۳ کا جواب ہوجاتا
ہے جس مین وہ لکھتے ہین " جب دین کے تین ہی اصول ہین تو بغیر شیعون کے
دو اور خانہ ساز اصول عدل و اثنا عشری امامت کو داخل دین اور تمام
ایمانیات کر دینے کا اختیار کہان سے مل گیا اور جس مذہب کے یہ دو اصول
ہین عدل و امامت وہ شیعون کا عقلی و اختراعی ہے نہ من عند اللہ
جیسا کہ دین اسلام من عند اللہ ہے ۔

عقل و اصول دین

مستفسر صاحب جناب مدیر الواعظ کے اس فقرہ سے بہت حیران ہوئے ہیں کہ "اصول دین کی حسن و خوبی و تعیین و معرفت محض عقل پر منحصر اور عقلاً واجب ہے۔"

وہ چاہتے ہیں کہ اصول دین کے سب نصوص قرآنیہ سے ثابت ہوں اور عقل کا قدم درمیان میں نہ آنے پائے لیکن مستفسر سے کون پوچھے کہ اگر عقل نہ ہو تو قرآن پر ایمان لانے کی کیا صورت ہو؟

حضور والا! نصوص قرآنیہ سے کسی مطلب کا یقین کرنا موقوف ہے اس امر پر کہ آپ تہ دل سے قرآن کی صحت پر ایمان لے آئیں اور قرآن پر ایمان لانا اس بات پر متفرع ہے کہ رسول کی نبوت اور صدق کا اعتقاد کر لیجئے اور رسول کی نبوت و صدق کا اعتقاد اسی وقت ممکن ہے کہ آپ کسی باشعور و ارادہ قادر و حکیم مطلق ہستی کی الوہیت کا اقرار کر چکے ہوں، اب اگر خدا کی الوہیت، رسول کی رسالت، قرآن کی حقانیت کو خود قرآنی آیتوں سے ثابت کرنا چاہیں تو کیا منطقی حیثیت سے دور نہیں لازم آتا۔

ایک طبیعی و دہری کے مقابلہ میں جو وجود خدا کا منکر ہے آپ

قل هو اللہ احد پڑھ پڑھ کر دم کیجیے تو کیا نتیجہ ہو سکتا ہے،
اور ایک عیسائی کے سامنے جو تثلیث کا قائل ہے لا تقولوا ثلثۃ
انتھوا خیرا لکم کا ورد پڑھے تو اُس پر کیا اثر ہوگا؟
اور ایک آریہ کے آگے جو معاد اور حشر اجساد کا منکر ہے کسی حافظ قرآن
کو بلاکر پورا سورۂ حشر پڑھوا دیجیے تو وہ کب تسلیم کریگا؟
اور کسی مخالف اسلام کو مناظرہ کے وقت ان الدّین عند اللہ
الاسلام اور ما محمد الا رسول کہکر قائل کرنا چاہیں تو کیا یہ امر مضحکہ
خیز نہ ہوگا؟
یقین جانئے اگر آپنے خدا کی خدائی رسول کی رسالت، قرآن کی
حقانیت کا خود قرآن میں دیکھکر یقین کیا ہے تو آپ کو خود قرآن کا ایمان
نہیں ہے اور اپنے اسلام و ایمان پر نظر ثانی کرنا چاہیئے، خدا نے عقل
اسی لئے دی ہے کہ اُسکے ذریعہ سے اسکی اور اُسکے رسول کی معرفت حاصل
ہو عقل ہی وہ ہے جو ایک باشعور شخص کو ہاتھ پکڑکر تحقیق کی طرف لیجاتی
اور رسول و نبی کی صدق کا یقین دلاتی ہے۔
اگر عقل نہوتی تو انبیا و رسل کی چیختے چیختے آواز بیٹھ جاتیں اور
کوئی اُنکی بات بھی نہ سنتا اور اگر سنتا تو اُسپر یقین کرنیکا کوئی باعث نہیں تھا
میں اُمید کرتا ہوں کہ آئندہ سے مستفسر صاحب اپنی زبان سے کبھی

نکالین گے کہ "اصول دین کو عقل سے نہین بلکہ نصوص قرآنیہ سے سمجھنا چاہیئے"

بے شک اگر اصول دین مین سے کوئی امر ایسا ہو جس کی تصدیق پر قرآن مجید کی سچائی کا اعتقاد موقوف نہین ہے تو اُس کو قرآن مجید کی رو سے ثابت کرنا صحیح و درست ہی جس طرح اگر قرآن مین کوئی آیت اُسکے متعلق نہ موجود ہو لیکن عقل قطعی طور سے اُسکا فیصلہ کرتی ہو تو اُسکا ماننا ضروری ہے، عدل کا مسئلہ ایسا ہے کہ اسمین عقل اور قرآن دونون متفق طور پر ناطق ہین، ایک طرف عقل بتلاتی ہے کہ اگر خدا عادل نہو تو جزا اور سزا اور قیامت و معاد سب باطل ہین اور چونکہ خدا کامل بالذات ہی اسمین نقص کا شائبہ نہین لہذا ظلم اُس پر محال ہے، دوسری طرف قرآن مختلف انداز سے خدا کے عادل ہونے کی گواہی دیرہا ہے اور ظلم کی صریحی طور سے نفی کرتا ہی، لہذا ایک عاقل اور مسلمان شخص کو اسکے تسلیم کرنے مین کیا عذر ہوسکتا ہی۔

مسئلہ امامت کی مختصر بحث

امامت کے معنی

امامت کے لغوی معنی تو پیشوائی کے ہین اور اسی حیثیت سے جماعت مین نماز گذاردن کے مقتدا کو امام کہا جاتا ہے لیکن جناب باری کی اصطلاح

مین امامت ایک خاص منصب اور مرتبہ کا نام ہے جس کو وہ صرف اپنے
انتخاب سے قابلیت اور استعداد کا لحاظ رکھتے ہوئے جس کو چاہتا ہے
عطا فرماتا ہے۔

خدائی مناصب و مراتب کی حقیقت تک انسانی فہم و ادراک کہان
پہونچ سکتا ہے دنیاوی سلاطین کہ جن کو اُس بارگاہ قدس و جلال سے
کوئی نسبت ہی نہین اُنکے مقرر کیے ہوئے منصب اور مرتبون کو دیکھکر
ہر شخص یہ اندازہ کر سکتا ہے کہ اُنکے لئے کوئی خارجی حقیقت اور ماہیت نہین
ہوا کرتی جسکو الفاظ کے ذریعے سے علیحدہ علیحدہ بیان کیا جائے بلکہ اُنکا تعدد
تمائز و اختلاف سب نظر سلطان اور اُسکے قرار داد و اعتبار پر مبنی ہوتا ہے
اور اسی قرار داد کے باعث اُن مین فوقیت و ماتحتی پیدا ہوتی ہے"۔

بیشک آثار اور لوازم کی حیثیت سے ان منصبون اور عہدون مین افتراق
و امتیاز کا سمجھنا ممکن ہے، امامت، نبوت، رسالت، یہ تینون منصب
جداگانہ ہین جنہین قدرت کی طرف سے مراتب و درجات مین تفاوت رکھا
گیا ہے، نبی کی حیثیت صرف اُس مخبر کی ہے جو لوگون کو خدا کی یاد دلائے
اُنکو عذاب الٰہی سے ڈرا کر اور ثواب الٰہی کی طرف بلا کر ایمان کے راستہ
کی طرف دعوت دے سکے۔

اس سے ذرا بلند رسول کا مرتبہ ہے کہ وہ خدا کا سفیر ہے جو اُسکی طرف سے

احکام کا اجراء کرے قانون نافذ کرے اور اُس پر لوگون کو عمل پیرا بنائے
نبی و رسول کی تصدیق اگرچہ لازم اور اُسکا اتباع ضروری ہے لیکن اُس
کا وہ دائرہ ہین کہ جسکے اندر اُسکی نبوت اور رسالت کو محدود کیا گیا ہے
اور وہ بھی اسی حیثیت سے کہ وہ مخبر صادق اور سفیر ہے، امامت کا درجہ
اُن دونون سے بلند ہے، امام کی صورت نہ مخبر کی ہے نہ سفیر کی بلکہ وہ
خدا کی طرف سے پیشوائے خلق اور مطاع مطلق بناکر کھڑا کیا جاتا ہے وہ
باری تعالیٰ عز اسمہٗ کی طرف سے ایک نمونہ بناکر دنیا کے سامنے پیش کیا
جاتا ہے کہ لوگ اُسکے قدم بقدم چلین اُسکی بات کو سنکر عمل کرین اُسکے
ہر طرز عمل کی موافقت کرین اور اُسکی اطاعت کو اپنا نصب العین سمجھین
جو شخص نبی یا رسول ہو اُسکے لئے امام ہونا ضروری نہین اور جو امام خلق
قرار دیا جائے اُسکے لئے نبی یا رسول ہونے کی شرط نہین ہے، ہان یہ
ممکن ہے کہ باری تعالیٰ کسی کامل ہستی مین نبوت رسالت، امامت
سب کو جمع کردے۔

جو شخص نبی و رسول ہے لیکن امام نہین ہے وہ کسی طرح مرتبہ مین
اُس شخص کے برابر نہین جس کو امامت عطا کردی گئی ہے اور اگر ایسا شخص
ہے جس مین قدرت نے نبوت و رسالت و امامت جمع کردی ہے وہ امامت
کی حیثیت سے اُس شخص کا جو تنہا امام ہو شریک ہوگا لیکن صفات نفسیہ

اور فضائل ذاتیہ مین ہو سکتا ہے کہ اُس سے مساوی ہو اور ہو سکتا ہو کہ
کہ کم ہو یا زیادہ یہ نہین کہا جا سکتا کہ چونکہ وہ امام ہونیکے ساتھ رسول
و نبی بھی ہے تو اُسکا درجہ و مرتبہ زیادہ ہوگا، کیونکہ اعلی مرتبہ مین مساوی
ہونیکے ساتھ کسی کا ادنی درجہ پر قائم ہونا اُسکی فضیلت کا موجب نہین ہو سکتا
جس طرح اگر دو شخص ایسے ہین جو مولوی فاضل پاس ہین لیکن ایک نے اُنمین
سے مولوی یا عالم کا امتحان بھی دیا ہے تو یہ اُسکے افضلیت کا باعث نہین
ہو سکتا انگریزی دان اصحاب یون سمجھ سکتے ہین کہ دو شخص جو بی اے کے درجہ
کی برابر سے سند رکھتے ہون لیکن ایک اُن مین سے کسی نہ کسی طرح علیحدہ
سے پڑھ کر براہ راست بی اے کے امتحان مین شریک ہوکر کامیاب ہے تو
کیا وہ شخص جو بی اے کے قبل انٹرنس کے درجہ کا سارٹیفکیٹ بھی حاصل
کر چکا ہے اُس پر فوقیت رکھتا ہے، انبیاء سابقین مین جہان تک نظر ڈالی
جاتی ہے اُنکا خط فضیلت نبوت و رسالت کے نقطہ تک منتہی ہو جاتا ہے
لیکن ایک ابراہیم خلیل الرحمن کی ذات ایسی ہے جس مین مبدأ فیض نے
تینون منصبون کو جمع کر دیا تھا،

نبی و رسول کا مرتبہ تو پہلے ہی سے حاصل تھا کلمات تامات کے
امتحان مین کامیاب ہونے پر امامت کا درجہ بھی عطا ہوا اور انی جاعلك
للناس اماما کی سند مل گئی۔

ہمارے نبی اکرم رسالتمآب صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی افضلیت تمام انبیائے سابقین سے بلا استثنا ثابت ہو لہذا یقینی ہے کہ حضرت بھی تینون منصبون کے حامل تھے اور رسالت و نبوت کے ساتھ امامت کا درجہ بھی حضرت کو حاصل تھا، اور چونکہ حضرت باری عز اسمہ نے حضرت کو پیشوائے مطلق قرار دیکر کسی کا استثنا نہین کیا تھا لہذا یہ ماننا لازمی ہو کہ حضرت افضل خلق تھے،

ہمارے مذکورہ بالا بیانات سے یہ امر بخوبی ثابت ہو کہ امام کے لئے پیشوائے خلق اور مطاع مطلق ہونا ضروری ہو اور باری تعالیٰ کی جانب سے اُسکے قول و عمل کا اتباع تمام افراد بشر کا فرض ہوتا ہو۔

امام اگر خود نبی و رسول ہو تو مستقل طور پر نبی ہونیکی حیثیت سے تبلیغ احکام شریعت کریگا لیکن اگر امامت کا منصب کسی ایسی ہستی کو حاصل ہو کہ جو اُس سے افضل رسول و نبی امام کی موجودگی مین اُسکے زیر حکم اور تابع فرمان قرار دی گئی ہے تو اس پیغمبر کی وفات کے بعد اسی ہستی کا پیشوائے خلق ہونا لازمی ہے اور خلافت و نیابت کے لباس مین اس امامت کا ظاہر ہونا ضروری ہے اور امامت کی اس مخصوص قسم کو ان لفظون مین بیان کرنا صحیح ہے کہ "ھی الریاسۃ العامۃ الالھیۃ خلافۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم فی امور الدین والدنیا بحیث یجب اتباعہ علی کافۃ الامۃ" اور یہی وہ ہو کہ جس کو نبوت کی فرع کہا جاتا ہے،

اس بیان سے یہ امر واضح ہوگیا کہ امامت کا مفہوم ایک ہی ہے، آثار دلوازم اسکے مختلف ہین! ابراہیم کو جو امامت ملی تھی وہ وہی تھی جو خاتم النبین کے جانشین و وصی امیر المومنین علیہ السلام اور اون کی اولاد کے لیے ہم ثابت کرنا چاہتے ہین بیشک چونکہ ابراہیم خود نبی ورسول تھے لہذا آن کی امامت استقلالی حیثیت رکھتی تھی اور ہمارے ائمہ معصومین ع چونکہ خاتم الانبیاء ص کی شریعت کے حافظ و نگہبان مقرر ہوے تھے لہذا اُنکی امامت جانشینی اور خلافت کے عنوان سے تھی، امامت کی حقیقت ایک ہی ہے صورتین بدلی ہوئی ہین اب مستفسر کا یہ اعتراض کہ "کیا جناب ابراہیم کو مرتبہ نبوت و خلافت پر فائز ہو چکنے کے بعد بھی امامت بمعنی مصطلح جو غیر نبوت ہو عطا ہوئی تھی تو پھر جناب ابراہیم رتبہ نبوت پر ممتاز ہونے کے بعد کس رسول کے خلیفہ بنا دئے گئے اور کس کی خلافت مین ریاست عامہ دینیہ و دنیویہ آن کو ملی" بالکل باد در ہوا ثابت ہو جاتا ہے،

رہ گیا یہ سوال کہ کیا قرآن مجید مین امامت کا استعمال شیعون ہی کے اصطلاحی معنی مین ہوا ہے، اسکا جواب یہ ہے کہ قرآن مین تو اس لفظ کا استعمال شیعون کے اصطلاحی معنی مین نہین ہوا ہے لیکن شیعون کے اصطلاحی معنی وہی ہین جنمین قرآن کے اندر امامت کا استعمال ہوا ہے اور دلیل اسکی یہ ہے کہ اگر امامت کسی خاص منصب اور مرتبہ کا نام نہ ہو تو ابراہیم سے مخصوص طور پر

انی جاعلك للناس اماما کہنے کے کوئی معنی نہین، تمام انبیا اپنی اپنی امت کے لئے واجب الاتباع ہوتے ہین اُنہین ابراہیم کی کونسی خصوصیت ہے آخر نبوت و رسالت کے حاصل ہونیکے بعد ابراہیم مین کونسی کسر رہ گئی تھی کہ اذا ابتلی ابراہیم ربہ بکلمات کے مندرجہ کلمات کے ساتھ انکا امتحان لے لیا گیا، اور فاتمہن کے نتیجۂ امتحان اور کامیابی پر انی جاعلك للناس اماما کی سند عطا ہوئی، ایک سب جج کو امتحان کے بعد کامیاب ہونے پر منصفی کی کرسی دینا صحیح ہے یا جوڈیشل کمشنر کا عہدہ۔

یقیناً کسی مرتبہ پر فائز شخص کو جب امتحان لیکر کامیابی کا انعام دیا جائیگا تو وہ پہلی مرتبہ سے بلند ہی مرتبہ ہوگا،

اصل و فرع کا فرق کسی کا طبعزاد نہین اور نہ مطلق امامت کا لازمہ ہے بلکہ مخصوصاً جب امامت کسی نبی و رسول کے زیر سیادت ہوگی تو اُس مین خود بخود فرعیت پیدا ہو جانا ضروری ہے،

امامت عامہ و خاصہ

جس طرح نبوت مین دو مرحلہ ہین جنمین سے ایک نبوت عامہ ہے اور دوسرے نبوت خاصہ اسی طرح امامت کی بحث بھی دو حصون مین منقسم ہے امامت عامہ اور امامت خاصہ،

امامت عامہ مین عمومی حیثیت سے ثابت کیا جاتا ہے کہ رسول کی عدم موجودگی مین حفظ شریعت کیلئے ایک امام کا ہونا ضروری ہے اور یہ کہ امامت مخصوص منصب ہے جو خدا کی طرف سے قرار دیا جاتا ہے اور بغیر جعل الٰہی کے حاصل نہین ہو سکتا اور عصمت و اعلمیت و افضلیت وغیرہ اسکے شرائط ہین امامت خاصہ کے معنی یہ ہین کہ مخصوص طور پر نصوص قطعیہ سے اُس ہستی کی تعیین کیجائے جسکو باری تعالیٰ نے امامت کیلئے منتخب کیا ہو جناب پیر صاحب لواعظ کے مقالہ مین متعدد آتین جو نقل کیگئی ہین ان مین سے بعض امامت عامہ کے ساتھ تعلق رکھتی ہین جن سے اتنا ثابت ہوتا ہے کہ امامت ایک مخصوص منصب ہے جس کا تقرر انتخاب خداوند عالم کی جانب سے ہوتا ہے اور وہی جعلنا منھم أئمة وجعلنا ھم ائمة ونجعلھم أئمة کی لفظون مین اپنے انتخاب کا اعلان کیا کرتا ہے ، ان آیات کو امامت خاصہ کی دلیل سمجھ کر یہ اعتراض کرنا کہ " ان آتیون مین جناب موسیٰ اور بنی اسرائیل یا اسحق ویعقوب کا تذکرہ ہے ان کو اثنا عشری امامت سے کوئی تعلق نہین " عدم تدبر کی دلیل نہین تو کیا ہے ۔

امامت اور حکم عقل

مستفسر کو اس امر مین پریشانی ہوا ہے کہ " جب اثنا عشری امامت کی تعیین و معرفت شیعون کی عقل محض پر منحصر اور عقلاً واجب ہے تو پھر باب امامت مین نص خدا و رسول کو ضروری جاننا چہ معنی دارد ؟ لیکن اگر وہ تامل سے کام

لیجئے تو اس سوال کا جواب بالکل آسان نظر آتا ہے بے شک امامت کا ضروری ہونا عقلی دلیل سے ثابت ہے اور عقل قطعی طور سے بتلاتی ہے کہ رسول کی وفات کے بعد شریعت نبویہ کی حفاظت کے لئے ایک امام کا ہونا ضروری ہے لیکن وہ امام کون ہو، اسکی تعیین کے لئے عقل حاکم ہے کہ نص خدا و رسول کی ضرورت ہے امام وہی ہو سکتا ہے کہ جو باری تعالیٰ کا انتخاب کیا ہوا اور منصوص من اللہ ہو۔ لہٰذا عقلی حکم کے رو سے تعیین شخص امام میں نص خدا و رسول ضروری ہے۔

جعل الٰہی اور نص فعلی

صدہا ان گذر گئیں متکلمین و مفسرین و ارباب حدیث کے طبقہ آئے اور منقرض ہو گئے خلافت کا بحث کبھی ہمیشہ محاذ جنگ بنا رہا اور موافق و مخالف لشکر ہمیشہ ہی صف آرا رہے علمائے شیعہ بیچارے ہمیشہ پکارتے رہے کہ خلافت و امامت کے لئے جعل الٰہی کی ضرورت ہے اور بغیر نص قطعی کے خلافت ثابت نہیں ہو سکتی لیکن علمائے اہلسنت یہی کہتے رہے کہ خلافت و امامت کو جعل الٰہی اور نص خدا و رسول سے کوئی تعلق نہیں، اُمت خود جس کو چاہے اپنے اختیار سے خلیفہ بنا سکتی ہے،

مستفسر کا ضمیر خود اس عقیدہ کی کمزوری کا معترف تھا لہٰذا انھوں نے ذرا اخلاقی جراٴت کر کے اپنے قدیم اور دیرینہ اعتقاد سے کنارہ کشی کر کے شیعوں

کی ہمنوائی اختیار کر لی ہے، وہ رقمطراز ہیں:۔

"آیات قرآنیہ اور نصوص فرقانیہ سے اظہر من الشمس اور ابین من الامس ہے کہ امامت للناس اور خلافت فی الارض کا مدار صرف جعل الٰہی اور خداوند عالم کے نص فعلی پر ہے، رسول کے قول یا فعل کو عطائے امامت وخلافت میں کوئی دخل نہیں ورنہ جناب ابراہیم علیہ السلام اپنی ذریت میں سے جس کو چاہتے اپنے قول یا فعل سے امام بنا دیتے اور خدائے ذوالجلال سے اپنی ذریت کے لئے استدعائے امامت نہ کرتے" پھر صفحہ ۸ پر لکھتے ہیں:

"آیت ہذا اس امر کی بین شہادت ہے کہ امامت بدون جعل الٰہی ناممکن الحصول ہے اسلئے جناب ابراہیم خلیل اور رسول ہونے کے باوجود بغیر جعل الٰہی اس منصب جلیل پر فائز نہ ہو سکے اور نہ اپنی ذریت میں سے کسی کو اس منصب عظیم پر باختیار خود مامور کر سکے بلکہ بارگاہ الٰہی میں اپنی ذریت میں سے امام بنائے جانے کی التجا کی"۔

پھر صفحہ ۱۰ میں ملاحظہ ہو "خلیفہ فی الارض اور امام للناس وہی ہوتا ہے جسکو خود خداوند عالم بناتا ہے"

یہ تو حقیقت کے اعتراف کی وہ آوازیں ہیں جن کو بے اختیار خداوند عالم منکرین کے دہنوں سے نکلوایا کرتا ہے اور یقیناً مستفسر اس حیثیت سے مبارکباد کے مستحق ہیں کہ انھوں نے بہت صفائی کے ساتھ اپنے مذہبی روایات سے

دستکشی کرکے نصب امام کو جعل اور تعیین باری کا پابند قرار دیا ہے لیکن انھون نے اسکے بعد جس وادی مین قدم رکھا ہے وہ پہلے سے زیادہ خارزار اور پرخطر ہے۔

اُن کا خیال ہے کہ جو شخص کسی نہ کسی طرح تخت حکومت کا مالک بنجائے اور فوج ولشکر وغیرہ اُسکے ہاتھ لگ جائے تو وہ ہی خداوند عالم کی جانب سے منصوص اور معین ہے خود اُسکا لوگون پر مسلط ہو جانا اُسکے حقیت کی دلیل اور خداوند عالم کی نص فعلی اور عملی شہادت ہے۔

زیر بحث رسالہ مین متعدد جگہ اشارةً وکنایةً اس مطلب کو لکھا گیا ہے یہ فرسودہ عقیدہ کہ بندون کے افعال خیر و شر سب خدا کی طرف استناد رکھتے ہین اگر اپنے تمام لوازم وآثار کے ساتھ قبول کیا جائے تو یقیناً اُسکا نتیجہ یہ ہے کہ لوگون کا کسی شخص کو خلیفہ اور امام بنانا عیناً خدا کا فعل اور اُسکا عملی جعل ہے لیکن افسوس ہے کہ وہ عقیدہ کچھ اتنا کم قسمت تھا کہ خود اُسکے ماننے والے ہمیشہ تاویل وتوجیہ ہی کرتے رہے کیونکہ اُنکے خیال کی بنا پر ثواب وعقاب بیکار اور جزا وسزا باطل ہو جاتی ، شراب پینا اُسکے پینے والے کا کام نہین بلکہ خود خداوند عالم کا کام ہے لہذا اس بیچارے کو سزا دینے کا نتیجہ ؟

امام کے معنی اگر سلطان جابر، ظالم، زبردست، متمرد وغیرہ وغیرہ کے ہین تو ضرور وہ شخص جسنے بجبر وظلم وقہر غلبہ وکر وفریب سلطنت دنیا کو

حاصل کرلیا ہے خدا کی طرف سے امام خلق ہے اور خود اسکا سلطان بنجانا اُسکے امام مجعول من اللہ ہونے کی دلیل ہے، اور اس صورت مین چنگیز خان ہلاکو، تیمور، نادر وغیرہ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے امام مجعول من اللہ ہونگے اور موجودہ زمانہ مین جبکہ اسلامی عثمانی خلافت کا شیرازہ غازی مصطفےٰ کمال پاشا کے ہاتھون بکھر چکا ہے یورپ کے بڑے بڑے سلاطین خدا کی طرف سے مقرر کیئے ہوے امام سمجھے جانا ضروری ہین،

لیکن اگر امامت صرف جبر و ظلم قہر و غلبہ سے بادشاہ بن بیٹھنے کا نام نہین بلکہ امام وہ پیشوائے خلق ہے جسکو خدا نے اپنی جانب سے مقرر فرمایا ہو اور جسکی اطاعت و اتباع کو فریضہ لازمہ بنا دیا ہو جیسا کہ قرآن مجید سے ظاہر ہے تو اُسکی تعیین و تشخیص سلطنت و حکومت کا مالک بن جانے سے نہین ہو سکتی بلکہ اُسکے لیئے خداوند عالم کے نص قطعی کی ضرورت ہے جو اُسکے رسول کی زبانی یا قرآن کی صورت مین امت تک پہونچے۔

اگر امامت کے معنی سلطنت، قہر و غلبہ کے ہون تو مستفسر کو بتلانا چاہیئے کہ ابراہیم کس اقلیم کے بادشاہ بنا دئے گئے تھے اور اُنکو کیا قہر و غلبہ حاصل تھا، کیا خدا بھی جھوٹ موٹ کی باتین بناتا ہے کہ ابراہیم کو اپنے نص قطعی سے امامت عطا نہین کی لیکن خوش کرنے کیلئے کہدیا انی جاعلک للناس اماماً یہ امر بھی غور کے قابل ہے کہ جب امامت کے معنی ظاہری سلطنت

اور غلبے کے زمین اور اس بناء پر یزید و ولید و متوکل و ہارون رشید ایسے ظالم و جابر سلطان بھی خداوند عالم کی طرف سے امام مجعول ہیں تو خداوند عالم کا وعدہ کہ لاینال عھدی الظالمین کہاں گیا؟!

کیا مستفسر کے نزدیک خدا بھی وعدہ خلاف دغا باز کذاب ہے، نعوذ باللہ من ذلک۔

نصِ خدا اور فعلِ رسولؐ

صہ "امامت کا مدار جعل الٰہی پر ہے رسول کے قول یا فعل کو اعطائے امامت و خلافت میں کوئی دخل نہیں ورنہ جناب ابراہیم علیہ السلام اپنی ذریت کیلئے استدعائے امامت نہ کرتے پس اثنا عشری امامت کے باب میں نص رسول کے ضروری جاننے کا معاد کیا ہے۔

صہ۹ "جب اثنا عشری امامت کے لئے خداوند عالم کی نہ فعلی شہادت ہے نہ قولی تو حضرت رسول کی فعلی شہادت کے مختلف افسانے بنانے سے کیا حاصل؟"

ان دونوں عبارتوں میں ایمان باللہ کے ساتھ ایمان بالنبی میں کمزوری کی جھلک پوری طرح موجود ہے مستفسر کا خیال ہے کہ رسول اپنے ذاتی اغراض اور نفسانی خواہشات کے تابع ہو کر بات کرتے ہیں اور ان کا طرز عمل مثل

معمولی لوگون کے جذبات کے تحت مین ہوتا ہے اُن کو یہ معلوم نہین کہ پیغمبر
کی زبان زبان وحی اور ترجمان خدا ہوتی ہے اور اُسکا ہر فعل باری تعالی کے
منشاء کا تابع ہوا کرتا ہے،

معلوم نہین مستفسر نے حبل آلہی اور خدا کے نص قولی کے معلوم کرنے کا
کون سا ذریعہ قرار دے لیا ہے؟ کیا وہ براہ راست کشف والہام کے ذریعہ
خداوند عالم کی نص کو معلوم کرنے کے آرزومند ہین؟ درحقیقت امامت کا مدار
حبل آلہی پر ہے لیکن حبل آلہی کے معلوم کرنے کا ذریعہ رسول کا قول یا اُن کا
عمل ہے، مرادات آلہیہ کا ظہور نبی کی زبان سے قرآن کی صورت مین ہو یا
غیر قرآن بہر صورت واجب الاتباع ہے، اور اسی لیے نص خدا و نص رسول
دونون کا اعتبار کیا گیا ہے نصّ خدا سے مراد قرآن اور نص رسول سے
مراد حدیث نبوی ہے۔

انبیا ایسے اہم معاملات کو صرف اپنے ارادہ واختیار سے انجام نہین دیا
کرتے تھے ابراہیم کا اپنی ذریت کیلیے استدعائے امامت کرنا خود اسکی دلیل
ہے، در این صورت اگر پیغمبر کسی کے متعلق امامت وخلافت کا اعلان
کر دے تو معلوم ہوگا کہ وہی خدا کی جانب سے اس منصب عظیم کے لئے مقرر ہوا ہے
حق تعالی سبحانہ نے قرآن مجید مین (وما ینطق عن الھوی ان
ھو الا وحی یوحیٰ) فرماکر رسالتماٰب کے ہر قول کو مرضی آلہی کا آئینہ بنا دیا ہے

اور مارمیت اذرمیت ولکن اللہ رمی کہکر اُنکے فعل کو اپنی طرف منسوب کردیا ہے۔

کاش اگر مستفسر کو قرآنی نصوص پر نظر ڈالنے کا موقع نہ تھا تو وہ قادیاں کے امام اور مسیح موعود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہی کے تصریحات پر ایک نگاہ ڈال لیتے۔

ملاحظہ ہو کتاب "التبلیغ" مطبوعہ مطبع کوایرمیو ڈسٹیم پریس لاہور باہتمام جماعت احمدیہ نمبر صفحہ طبع اول ۴۱۰

الا یعلمون ان الذین یرسلون من لدن ربھم لا یحتاجون الی بیعۃ احدوھم من ربھم یتعلمون وکل علم منہ یاخذون بہ یبصرون وبہ یسمعون وبہ ینطقون یسکن فیھم روح اللہ فھم بروحہ یتکلمون وبہ ینورون کل من سلم نظم فطرتہ وبکلمہا یفیضون وبہ یطلعون علی کنوز العلم ویقیمون حجۃ اللہ علی کل من لج بانکار

کیا ان لوگوں کو نہیں معلوم کہ وہ لوگ جو اپنے خدا کی طرف سے بھیجے جاتے ہیں کسی کی بیعت کے محتاج نہیں ہوتے بلکہ وہ خدا سے تعلیم حاصل کرتے ہیں اور ہر علم کو اُسی سے اخذ کرتے ہیں خدائی علم کے ذریعہ سے دیکھتے اور اُسی کے ذریعہ سنتے اور اسی ذریعہ سے بات کرتے ہیں اور خدا کی روح اُنکے اندر ساکن ہو جاتی ہے پھر تو وہ اُسی کی روح کے ذریعہ کلام کرتے ہیں اور اسی کے واسطہ سے ہر اس شخص کو جسکی طینت خوب ہے

الحق وجوههم من اللّٰہ ینصرون	روشنی بخشتے اور اُسی کے سبب سے
یودع اللّٰہ صدورھم معارف	فیض پہونچاتے اور اُسی کے واسطہ سے علم کے
القرآن ویظھرھم علی نوادر وقائع	خزانوں پر اطلاع حاصل کرتے اور خدا کی
الزمان ویعطیھم شیئا مالایعطی	حجت کو ہر اُس شخص پر جو حق کے انکار
غیرھم وھم من غیرھم یمایزون	مین پورا زور صرف کرے تمام کرتے ہیں

اور خدا کی طرف سے اُنکی مدد ہوتی ہے خدا اُنکے سینون مین قرآنی معارف کو ودیعت کردیتا اور اُن کو زمانے کے انوکھے واقعات پر اطلاع دیتا اُنکو ایسی شے عطا کرتا ہے جو اُنکے غیر کو نہیں ملی اور اُسی کے سبب سے وہ اپنے غیر پر امتیاز حاصل کرتے ہیں "

اس صورت مین رسول کے قول یا فعل کو مرضی الٰہی سے علیحدہ فرض کرنا مستغفر کے لئے کیونکر صحیح ہو سکتا ہے "

قرآن سے نص رسول کا اعتبار

"امامت کا مدار جعل الٰہی پر ہو پھر اس باب میں نص رسول کے ضروری جاننے کا مفاد کیا ہے" اس کے جواب کی ذمہ داری قرآن پر ہے کیونکہ اسمیں صریحی طور سے ارشاد ہوتا ہے۔

وما کان لمومن ولامومنۃ اذا قضی	کسی مومن اور مومنہ کے لئے جبکہ

اللہ و رسولہ امرا ان یکون لھم الخیرۃ من امرھم سبحانہ و تعالٰے عما یشرکون۔

خدا اور اُسکا رسول کسی امر میں فیصلہ کر دیں یہ حق نہیں ہے کہ وہ اپنے معاملہ میں اپنے اختیار سے کام لیں پاک ہے خدا اور بلند ہے اس بات سے کہ اُسکا کوئی ساجھی اور شریک ہو۔

دیکھو قرآن نے نص خدا کے ساتھ نص رسول کا اعتبار کیا ہے۔ اس میں ہمارے اختیار کو کوئی دخل نہیں۔

احادیث نبویّہ کی توہین

اس موقع پر مستفسر نے بڑی جرأت سے کام لیا ہے وہ تمام احادیث نبویہ کو قصہ و افسانہ جات کا مجموعہ فرض کر کے درجۂ اعتبار سے ساقط قرار دینا چاہتے ہیں۔

ملاحظہ ہو صفحہ ۴ "شیعہ قرآنی آیتوں کو فسانوں کے ضمیمہ جوڑ کر اثنا عشری امامت کے لئے نص بنا لینا ضروری جانتے ہیں"

ص ۹ "حضرت رسول کی فعلی شہادت کے مختلف افسانے بنانے سے کیا حاصل کیا ان فسانہ طرازیوں سے یہ صداقت حقہ تبدیل ہو جائیگی الخ"

ص ۱۱ "اثنا عشری امامت کو ایمانیات میں داخل کرنے کے لئے فسانوں کے ضمیمے مہیا کرنے کے ساتھ ہی نئے لغت ایجاد کرنے کی بھی ضرورت پڑتی ہے"

رہا غدیری فسانہ سو وہ منطوق آیت تو ہے نہیں لہذا اُس کو اثنا عشری امامت
کی نص وہی لوگ مانین گے جو قصے کہانیون کو نص خدا سمجھتے ہیں۔"

ص۱۲ کیا شیعہ انھین افسانون کو کلام الٰہی سمجھتے ہین جنکو اثنا عشری
امامت کا ماخذ بنا رکھا ہے کیا شیعی ایمان بالکتاب کے معنی یہی ہین کہ قرآنی
آیتون مین کہانیون کے پیوند لگاکر ایسوں کی امامت کا اصول ایمان مین داخل
ہونا ضروری بنا لیا جائے جنکا کچھ اشارہ بھی قرآن مجید مین نہین ہے"

ص۱۴ "شاعرانہ تخیل آفرینیون اور فسانون کی رنگ آمیزیون سے اگر تمام
فرقان مجید کو اثنا عشری امامت کا تہنیت نامہ بنا لیا جائے فلا مانع لہ۔

مستفسر صاحب قصص اور افسانون کی لفظ کہکر احادیث کی وقعت کو کم کرنا
چاہتے ہین اور معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی قصہ یا افسانہ گو وہ کتنا ہی صحیح اور متواتر
کیوں نہ ہو ماننے پر طیار نہین :

اُنکو معلوم ہونا چاہئے کہ قرآن مجید کے سات ابواب مین سے ایک مستقل باب
قصص کا ہے اور اُسکے سورون مین سورۂ قصص مشہور و معروف ہے۔
احادیث کو قصص و حکایات مین داخل کرکے اُنکی وقعت کرگھٹانا سو تدبر
کی دلیل ہے، باری تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:۔

فاقصص القصص علیہم لعلھم یتفکرون۔ اے رسول ان کے سامنے قصہ و حکایات بیان کرو شاید اونکو خدا کی یاد آئے۔

اور خود اپنی طرف نسبت دیتے ہوئے ارشاد ہوا ہے:۔

نحن نقصّ علیک احسن القصص	ہم تمہارے سامنے بہترین قصص و حکایات بیان کرتے ہیں۔

دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے:۔

منھم من قصصنا علیک ومنھم لم نقصص علیک	ان انبیاء میں سے کچھ ایسے ہیں جنکا قصہ ہم نے تم سے بیان کیا ہے اور

بعض ایسے ہیں جنکا قصہ بیان نہیں کیا:۔

اخبار متواترہ سے جو واقعات و حقائق ثابت ہو چکے ہیں اونکا صرف افسانہ کہکر انکار کرنا عاجزی اور درماندگی کی علامت ہے۔

سلف صالحین اور صدر اسلام سے اسوقت تک کے صحابہ و تابعین، تبع تابعین علمائے فقہ و رجال، ائمہ حدیث و تفسیر حفاظ و جامعین سنن و صحاح کیا سب قصہ گو اور فسانہ نویس تھے اور جبکہ انکے نقل کیے ہوئے اخبار و احادیث کسی وقعت کی نظر سے دیکھنے کے مستحق نہیں تو انکا ذاتی آراء و خیالات کے تحت میں کسی کی خلافت پر اجماع کب قابل قبول ہو سکتا ہے:۔

احادیث کے متعلق مرزا صاحب کا خیال

احادیث صحیحہ کے انکار اور اپنے منشاء کے خلاف اخبار کو پس پشت

ڈالنے کی بنیاد علمی حیثیت سے اگرچہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے قرار دیدی
تھی لیکن خود اپنی تصریح کے مطابق وہ احادیث کو حقائق اسلام کا خزانہ دار اور
معارف حقہ کا سرچشمہ سمجھتے ہیں اور قرآن کے خلاف نہونے کی شرط کے ساتھ وہ
احادیث کو سر آنکھوں پر رکھنے کے لئے طیار ہیں اگرچہ انکا عمل قول کے ساتھ
مطابقت نہیں رکھتا،

وہ اپنی کتاب حمامۃ البشریٰ صفحہ ۳۲ میں رقمطراز ہیں:

ہم احادیث کو استحقار و توہین کی نظر
سے نہیں دیکھتے ہیں بلکہ ائمہ محدثین کا انکے
مساعی پر شکریہ ادا کرتے اور انکی حمد
وثنا کرتے ہیں اور اس میں شک نہیں
کہ احادیث کا بڑا مرتبہ ہے اور وہ تواریخ
اور بہت سے مسائل وجزئیات دین کی
حامل ہیں اور ہم انکی تعظیم اور اعزاز کرتے
ہیں اور انکو بسر وچشم قبول کرتے ہیں لیکن
بیشک ہم انکو کتاب خدا پر مقدم نہیں کرتے اور جب
حدیث و قرآن میں کسی قصہ کی بابت خلاف ہو تو
ہم تمام جن وانس کو گواہ کرتے ہیں کہ

انا لا ننظر الی الاحادیث بنظر
الاستخفاف والتوهين بل نحن
نشکر ائمة المحدثين ونحمدهم علی
سعيهم ولا شك ان للاحادیث
شانا عظيما وهي حاملة لتواريخ
الاسلام ولاكثر مسائل الدين
وجزئياته ونعظمها ونعزها ونقبلها
بالراس والعين ولكنا لا نقدمها
علی كتاب الله الامام المهيمن واذا
تخالف الحديث والفرقان في امر
من القصص فنشهد الثقلين

انا مع القرآن ولا نبالي طعن
الطاعنين ونعلم ان الخير كله
والسلامة كلها في جعل القرآن
معيار المثل هذه الاخبار
فالقانون الصحيح العاصم من
الخطأ ان نعرض كل قصة على
القرآن فان كان ذكرها في القرآن
او ذكر امر يشاكلها ويناسبها فنقبل
ونؤمن به ونعتقد عليه وان لم
يوجد شبيهه في القرآن لا في
هذه الامة ولا في امم اخرى بل
يوجد فيه شيء يعارضه فمن
الواجب ان لا نقبل هذه القصص
الا في ذي التاويل ۔

ہم قرآن کے ساتھ ہیں اور طعنہ زنی
کرنے والوں کے طعن کی کوئی پروا نہیں کرتے
اور یقین رکھتے ہیں کہ خیر و سلامتی پوری
اسی مین ہے کہ قرآن کو ان اخبار کا معیار
قرار دیں یہ دائمی صحیح اور غلطی سے محفوظ
رکھنے والا قانون یہی ہے کہ ہم ہر قصہ
کو قرآن کے سامنے پیش کریں، اگر اسکا
ذکر قرآن مین ہو یا کسی ایسے امر کا ذکر
جو اسکے مشابہ اور ہم صورت ہو تو اسکو
قبول کر لیا جائے اور اس پر ایمان و
اعتقاد رکھا جائے اور اگر اسکی شبیہ قرآن
مین دستیاب نہو نہ اس امت کے اندر
اور نہ پچھلی امتون مین بلکہ اسمین کوئی
ایسی چیز پائی جائے جو اسکے معارض
ومخالف ہے تو ضروری یہ امر ہے کہ ان قصوں کو تسلیم نہ کیا جائے لیکن تاویل و توجیہ
کے لباس مین۔

مستفسر صاحب کو اس عبارت سے سبق لینا چاہیئے اس سے چند باتیں مستفاد

ہوتی ہین۔

(۱) احادیث تحقیر و توہین سے دیکھنے کے مستحق نہین بلکہ سرآنکھوں پر رکھنے کے قابل ہین۔

(۲) ان احادیث مین اسلام کے مستند تاریخی واقعات اور مسائل و احکام دینیہ محفوظ ہین۔ (صرف افسانہ جات اور حکایات کا مجموعہ نہین)

(۳) حدیث اور قرآن مین جب مقابلہ ہو تو قرآن مقدم ہے۔

(۴) خبر کی صحت کا معیار یہ ہے کہ جس امر کو وہ بتلاتی ہو خود وہ یا اُسکے مثل و نظیر موجودہ امت مین ہو یا امم سابقہ مین قرآن مجید کے اندر مذکور ہو۔

(۵) اگر حدیث سے جو امر مستفاد ہے اُسکی نظیر کسی طرح قرآن مین مذکور نہین بلکہ اُس کے خلاف قرآن کے اندر ہے تو پھر بھی حدیث کو غلط کہکر رد نہین کر دیا جائیگا بلکہ اُس کی توجیہ و تاویل کی جائے گی، ہم کو اس معیار کے صحت و سقم سے کوئی کام نہین لیکن صرف اتنا چاہتے ہین کہ امامت اثنا عشر کے احادیث صحیحہ کو اس معیار پر جانچ کر مستفسر کو دکھلا دین کہ یہ احادیث صرف تخیلات و افسانہ جات نہین ہین۔"

امامت ایمہ اثنا عشر کے قرآنی نظائر

پہلی نظیر ولقد اخذ اللہ میثاق   اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل سے

بنی اسرائیل وبعثنا منھم اثنی عشر نقیبا (مائدہ پ ۶)

عہد و پیان لیا اور اُن میں بارہ نقیبوں کو مقرر کیا۔

امت سابقہ یعنی بنی اسرائیل میں ہدایت کے لئے جناب باری کی طرف سے بارہ نقیب مقرر کئے گئے تھے جنکی اطاعت و فرمانبرداری کا عہد و پیان لیا گیا تھا۔ امت مرحومہ کو بہت کچھ مشابہت بنی اسرائیل سے حاصل تھی جسکو حضرت خاتم النبیین صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس طرح فرمایا کہ لتتبعن بنی اسرائیل حذو القذۃ بالقذۃ حتی انھم لو دخلوا فی جحر ضب لدخلتموہ جس طرح تمام حالات میں اس امت کو بنی اسرائیل کے ساتھ مشابہت رہی اُسی طرح خلافت و امامت کے باب میں بھی مطابقت کا لحاظ رکھا گیا اور جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے خود تصریح کے ساتھ اس حکمت کو بیان فرمایا۔

عن الشعبی عن مسروق قال بینا نحن عند ابن مسعود نعرض مصاحفنا علیہ اذ قال لہ فتی ھل عھد الیکم نبیکم کم یکون من بعدہ خلیفۃ قال انک لحدیث السن وان ھذا الشیئ

مسروق کی زبانی نقل ہے کہ ایک روز ہم ابن مسعود کے پاس بیٹھے ہوئے اپنے قرآنوں کو پیش کر کے تصحیح کر رہے تھے کہ ایک مرتبہ ایک جوان نے ابن مسعود سے پوچھا آیا تمھارے نبی نے کسی قرارداد کے ذریعہ سے تبلایا ہے

ما سألني عنه احد قبلك نعم
عهد الينا نبينا صلى الله عليه
وسلم انه يكون بعده اثنا عشر
خليفة بعدد نقباء بني اسرائيل
(مودة القربى للسيد علي الهمداني
وينابيع المودة،
(طبع اسلامبول ص ۲۴۵)

کہ ان کے بعد کتنے خلیفہ ہونگے؟ ابن
مسعود نے کہا کہ تم تو کمسن ہو اور یہ
سوال ایسا ہے کہ تمھارے قبل کسی نے
مجھ سے اسکو نہیں پوچھا تھا، ہاں
بیشک ہمارے رسول نے ہم سے یہ
عہد وپیمان قرار دیا ہے کہ آپ کے بعد
نقبائے بنی اسرائیل کی تعداد کے موافق
بارہ خلیفہ ہونگے۔

اس قسم کی روایتیں جنمیں خلفائے اثنا عشر کا تذکرہ ہے صحاح ومسانید
مین کثرت کے ساتھ ہین صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابی داؤد، ترمذی،
حمیدی وغیرہ میں متعدد الفاظ کے ساتھ اسکو نقل کیا گیا ہے۔

لا یزال الدین قائما حتی تقوم
الساعة ویکون علیهم اثنا
عشر خلیفة کلهم من
قریش (صحیح مسلم)

ہمیشہ دین قائم رہیگا یہان تک
کہ قیامت آئے اور تمام لوگون کے
رئیس بارہ خلیفہ ہونگے جو سب
قریش سے ہونگے"

دین کے قیامت تک قائم رہنے کی تمہید کے ساتھ افراد بشر مین بارہ
خلفاء ہونے کی خبر دینا صاف طور سے بتلاتا ہے کہ وفات رسولؐ سے روز

قیامت تک کی مجموعی مقدار کہ جسمیں دین کا قیام و بقاء رہے پورے بارہ خلفا
کی خلافت پر منقسم ہے خصوصاً جب اسکے ساتھ ضمیمہ ملایا جاتا ہے سنن ابی داؤد
کی روایت کا کہ

لا یزال ھذا الدین عزیزا الی اثنی عشر خلیفۃ کلھم من قریش — ہمیشہ یہ دین عزت دار رہیگا جبتک کہ بارہ خلفاء کا سلسلہ باقی ہو جو سب قریش سے ہیں:-

اور صحیح بخاری اور مسلم کی دوسری حدیث:-

لا یزال امر الناس ماضیا ما ولیھم اثنا عشر خلیفۃ کلھم من قریش۔ — لوگوں کا دین اسوقت تک جاری و نافذ رہیگا کہ جب تک بارہ خلفاء انکے والی ہیں کہ جو سب قریش سے ہونگے۔

اور تیسری روایت:-

ان ھذا الامر لا ینقضی حتی یمضی فیھم اثنا عشر خلیفۃ کلھم من قریش — یہ امر دین منقضی نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ بارہ خلفاء گذر جائیں جو سب کے سب قریش سے ہیں۔

ان اخبار سے صاف ظاہر ہے کہ دین کا قیام و بقاء ان خلفاء کے دم
تک ہے اور پہلی حدیث میں تصریح ہے کہ دین کا قیام و بقاء روز قیامت
تک ہے اس سے صریحی نتیجہ نکلتا ہے کہ ان بارہ خلفاء کو وفات رسول سے لیکر

قیامت تک کی مجموعی مدت میں موجود رہنا چاہئے، تاج و تخت کے مالک
ظاہری خلفاء کا حساب کیا جائے تو شروع سے لیکر اس وقت تک کی مجموعی
تعداد کئی درجنوں تک پہونچتی ہے اور اب تو بالکل

"آن قدح بشکست و آن ساقی نماند"

کے مطابق وہ سلسلہ ہی ختم ہو گیا اگر رسولؐ کے کلام میں سچائی کا جوہر
ہونا ضروری سمجھتے ہو تو تم کو یہ اخبار ائمہ اثنا عشر علیہم السّلام کی خلافت
حقہ کے لئے نص صریح نظر آئیں گے۔

اور چونکہ ائمہ اثنا عشر کی امامت و خلافت کی نظیر قرآن مجید کے اندر
نقبائے بنی اسرائیل کی صورت میں موجود ہے لہذا جناب مرزا صاحب
قادیانی کے معیار کے مطابق تم کو ان اخبار کے سامنے سر تسلیم خم کرنا ضروری

دوسری نظیر:- لقد اٰتینا موسیٰ الکتاب وجعلنا معہ اخاہ ھٰرون وزیرًا (فرقان پ ۱۹)

ہم نے موسیٰ کو کتاب عطا کی اور ان کے ساتھ ان کے بھائی ہارون کو وزیر قرار دیا۔

قال رب اشرح لی صدری و یسّرلی امری واحلل عقدۃ من لسانی یفقھوا قولی واجعل لی وزیرا من اھلی ھٰرون اخی

(موسیٰ نے) کہا کہ بار الٰہا میرے سینہ کو کشادہ فرما اور میرے معاملہ کو آسان اور میری زبان کی گرہ کو کھول دے کہ لوگ میری بات کو سمجھ سکیں اور میرے اہل کنبہ میں سے وزیر قرار دے میرے بھائی ہارون کو

اشدد بہ ازری واشرکہ فی امری کی نسبحک کثیرا ونذکرک کثیرا انک کنت بنا بصیرا قال قد اوتیت سؤلک یا موسی (طہ پ ۱۶)

اسکے ذریعہ سے میری پشت مضبوط کردے اور میرے کام مین اُسکو میرا شریک بنا تاکہ ہم دونو کثرت سے تیری تسبیح کرین اور تیری یاد کرین تو تو ہمیشہ سے ہماری حالت کا نگران ہے خدا نے فرمایا اے موسیٰ مین نے تمہاری خواہش کو قبول کیا؛

ان آیات کی مطابقت سے جب انت منی بمنزلۃ ھرون من موسیٰ کی متواتر و متظافر حدیث کو دیکھا جاتا ہے تو علی بن ابی طالبؑ کی وزارت و وصایت مثل آفتاب کے روشن نظر آتی ہے اور چونکہ اُسکی نظیر قرآن مجید مین موجود ہے تو مرزا صاحب کو بھی اس حدیث شریف کو سر آنکھون ہی پر رکھنا پڑیگا۔

تیسری نظیر ولقد ارسلنا نوحًا وابراھیم وجعلنا فی ذریتھما النبوۃ والکتاب (حدید پ ۲۷)

ہم نے نوح اور ابراہیم کو بھیجا اور اُنکی ذریت مین نبوت وکتاب کو قرار دیا۔

رسالتمآب کے لئے رسالت و نبوت و امامت تینون درجہ حاصل تھے لیکن نبوت و رسالت حضرت کی ذات پر ختم ہونے والی تھی اور (ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین) کی مہر نے اسکی فہرست کو ختم کردیا تھا مگر امامت

کے بقاء و دوام کا کوئی مانع نہ تھا، باری تعالیٰ نے امامت کو بصایت و خلافت
کی صورت میں رسول کی ذریت کے لئے قرار دیا ائمہ اثنا عشر کے لئے امامت و
وصایت کے تمام احادیث مذکورۂ بالا آیت سے کمال مطابقت رکھتے ہیں۔
مذکورہ شواہد و نظائر کو دیکھتے ہوئے مرزا صاحب کے صریحی معیار کے مطابق
مستفسر صاحب کو امامت امیر المومنین و ائمہ معصومین کے احادیث کو قصہ و افسا
سمجھنے کا کوئی حق نہیں ہے،

امامت کے متعلق قرآنی ادلہ

پہلی آیت واذا ابتلی ابراھیم ربہ بکلمات فاتمھن قال انی جاعلک للناس اماما قال ومن ذریتی قال لاینال عھدی الظالمین (بقرہ پ ۱)

جبکہ ابراہیم کا انکے پروردگار نے کچھ باتوں کے ساتھ امتحان لیا اور انھوں نے انکو پورا کر دیا تو خدا نے فرمایا کہ مین تم کو لوگون کا امام و پیشوا بنا تا ہوں تو انھوں نے کہا اور میری ذریت
مین سے، ارشاد ہوا کہ ہاں مگر میرا عہدہ ظالمین تک نہیں پہنچیگا۔

قرآنی محاورہ مین ظالم کا اطلاق عاصی پر ہوتا ہے کیونکہ وہ اپنے
نفس کو مستحق عقوبت بنا کر اُس پر ظلم کرتا ہے ملاحظہ ہوں آیات ذیل
ومن یتعد حدود اللہ فاولئک اور جو اللہ کی معین کی ہوئی حدود س

هم الظالمون (بقرہ) — تجاوز کریں وہی لوگ تو ظالم ہیں۔

ومن يتعد حدود الله فقد ظلم — اور جس شخص نے اللہ کی معین کی ہوئی

نفسه (طلاق) — حدون سے تجاوز کیا تو اوس نے

یقیناً اپنے نفس پر ظلم کیا۔

لا تمسکوهن ضرارا لتعتدوا — اور اُن (مطلقہ عورتوں) کو تکلیف

ومن يفعل ذلك فقد ظلم نفسه (بقرہ) — ہو بچانے کے لئے نہ روکو تاکہ پھر اُن پر

زیادتی کرنے لگو اور جو ایسا کرے گا تو وہ یقیناً اپنے ہی نفس پر ظلم کریگا۔

فبدل الذين ظلموا قولا غير — تو جو بات اُن سے کہی گئی تھی اُسے

الذي قيل لهم فانزلنا على الذين — اُن ظالموں نے بدلکر دوسری بات

ظلموا رجزا من السماء بما كانوا — کہنی شروع کر دی تب ہم نے ان لوگوں

يفسقون (بقرہ) — پر جنھوں نے ظلم کیا تھا اُن کی بدکاری

کی وجہ سے آسمانی بلا نازل کردی۔

دخل جنته وهو ظالم لنفسه — اور وہ اپنے باغ میں جا پہونچا حالانکہ

(کہف) — (اپنے کفر کی وجہ سے) وہ اپنے نفس

پر ظلم کر رہا تھا۔

ثم اورثنا الكتاب الذين اصطفينا — پھر ہمنے اُن لوگوں کو کتاب کا وارث بنایا جنھیں

من عبادنا فمنهم ظالم لنفسه — اپنے بندوں میں سے منتخب کیا کیونکہ اُنمیں سے کچھ تو اپنے

ومنہم مقتصد ومنہم سابق

نفسون پر ستم کرتے ہین اور کچھ اُن مین

بالخیرات باذن اللہ (فاطر)

سے میانہ رو ہین اور کچھ اُن مین سے باذن

خدا نیکیون مین سبقت کرنے والے ہین۔

فمن افتری علی اللہ الکذب بعد

پھر اُسکے بعد (بھی) جو شخص اللہ پر

ذلک فاولئک ہم الظالمون

جھوٹی تہمت لگائے تو (سمجھ لو کہ) یہی

(آل عمران)

لوگ ظالم ہین۔

لیس لک من الامر شیٔ او یتوب

اے رسول تمھارا اس امر مین کچھ

علیہم او یعذبہم فانہم ظالمون

بس نہین چاہے اللہ اُنکی توبہ قبول

(آل عمران)

کرے چاہے اُن پر عذاب کرے کیونکہ

وہ ظالم ضرور ہین۔

ومن اظلم ممن افتری علی اللہ

اور کون اوس شخص سے زیادہ ظالم

کذبا او کذب بایاتہ انہ

ہوگا جو اللہ پر جھوٹی تہمت لگائے یا

لا یفلح الظالمون (انعام)

اُسکی نشانیون کو جھٹلائے یاد رکھو کہ

ظالم نجات پانے والے نہین ہین۔

فلما نسوا ما ذکروا بہ انجینا

پھر جب وہ لوگ اُس نصیحت کو بھول گئے جو اُنھین

الذین ینہون عن السوء واخذنا

کیگئی تھی (تو) ہمنے اُن لوگون کو نجات

الذین ظلموا بعذاب بئیس بما

دیدی جو لوگون کو بری باتون سے روکتے تھے

کانوا یفسقون (اعراف) اور وہ لوگ جو ظالم تھے اُن کو اُنکی بدچلنی کی وجہ سے بڑے عذاب میں گرفتار کر لیا۔

قال اما من ظلم فسوف نعذبہ ثم یرد الی ربہ فیعذبہ عذابا نکرا واما من امن وعمل صالحا فلہ جزاء الحسنی وسنقول لہ من امرنا یسرا (کہف)

ذوالقرنین نے کہا کہ جو شخص ظلم کرے گا تو ہم اسکو سزا دینگے پھر اپنے پروردگا کے سامنے پلٹایا جائیگا اور وہ اُسے بہت بری سزا دیگا اور جو شخص ایمان لا آئیگا اور اچھے کام کرے گا تو اُس کے لئے اچھے سے اچھا بدلا ہے اور ہم بہت جلد اُسے اپنے کاموں میں سے آسان کام کرنے کو کہیں گے۔

معلوم ہوا کہ جو شخص معصیت خدا بجالائے اُسکا ظالمین کی صف میں داخل ہونا لازمی ہے اور جو شخص کسی وقت ظالم ہو گیا اُسکو منصب الٰہی امامت کسی وقت پہونچ نہیں سکتی۔ اسکا نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ امامت اُن اشخاص کے لئے مخصوص ہے جو اپنی حیات کے تمام اجزا میں معصیت خدا سے علیحدہ رہیں اور ایسی ہی ہستیوں کو معصوم کہا جاتا ہے اور چونکہ عصمت و طہارت کا مرتبہ نص خدا و رسول بعد رسالت مآبؐ ہمارے ائمہ معصومین کے لئے ثابت ہے اور اُن کے غیر سے باجماع امت منتفی لہذا امامت اُنھی کا مخصوص حق ہو سکتا ہے۔

اس تقریر سے مستفسر کے اس اعتراض کا جواب ہو جاتا ہے کہ اس

آیت میں جناب نے جو من ذریتی کو اثنا عشری امامت کی نص بنائی ہے تو کیا ظالمین کو مستثنیٰ کر دینے کے بعد ذریت ابراہیم کا انحصار صرف انھیں دوازدہ میں رہ جاتا ہے اور ان بارہ کے سوا تمام ذریت ابراہیم ظالمین میں داخل ہے ؟" اسکے علاوہ دیگر اعتراضات مستفسر کے جو اس آیت کے متعلق ہین اُنکا جواب مفہوم امامت کی تشریح کے سلسلہ مین ہو چکا ہے۔

دوسری آیت یا ایھا الرسول بلّغ ما انزل الیک من ربک وان لم تفعل فما بلّغت رسالتہ
اے رسول تبلیغ کرو اس چیز کی جو تم پر نازل ہوئی ہے اور اگر ایسا نہ کیا تو اسکی رسالت کو پہونچایا ہی نہین۔

ابن حاتم، ابوبکر نقاش، ثعلبی، ابن عساکر، ابن مردویہ، صاحب فتح البیان، امام رازی، نیشاپوری، مورخ حبیب السیر، حافظ ابونعیم، عینی شارح صحیح بخاری، امام واحدی، حافظ سیوطی، نظام اعرج، برہان الدین وغیرہ کے تصریحات کے مطابق یہ آیت امامت امیر المومنین کے متعلق وارد ہوئی ہے،

آیت صاف تبلا رہی ہے کہ اگر امامت کی تبلیغ نہوئی تو دین بالکل بیکار ہے گویا کوئی حکم پہونچایا ہی نہین گیا اور اصول دین کے معنی یہی ہین کہ ایسا عقیدہ ہو جس کے نہونے پر تمام دینی احکام بیکار ہو جائیں، اس موقع پر

مستفسر کی سمجھ مین بالکل نہین آیا ہے کہ وہ کیا جواب دین ماانزل کے کونسے معنی ایسے تراشیں کہ وہ امامت امیر المومنینؑ کی دلیل باقی نہ رہے لہذا گھبرا کر کہا ہے کہ "اس آیت مین رسول اکرم صلعم کو ماانزل کی تبلیغ کے لئے مامور کیا گیا ہے جو رسالت کی اصلی غایت ہے اور ماانزل الی الرسول صرف کتاب حمید اور فرقان مجید ہے"

اس عجیب و غریب لطیفہ کی داد دیے بغیر دل نہین مانتا، رسولؐ ابتدائے زمانِ وحی سے لیکر آخر تک قرآن کی تبلیغ کرتے رہے اور قرآن کی ایک ایک آیت کو امت تک پہونچایا پھر جبکہ رسولؐ کی عمر آخری حدود تک پہونچے تو حجۃ الوداع سے فارغ ہو چکنے کے بعد اب یہ تہدید آمیز خطاب ہُوے کہ ہان رسول قرآن کی تبلیغ کرو اور اگر قرآن کی تبلیغ نہ کی تو تم نے کچھ کیا ہی نہین، کیا رسول نے اب تک قرآن کی تبلیغ نہین کی تھی اور کیا قرآن کوئی ایسی چیز تھا کہ ایک وقت مین اُسکی تبلیغ کا حکم اس تہدید آمیز لہجہ مین دینا پڑا اور پھر لطف تو اس فقرہ مین ہے کہ واللہ یعصمک من الناس کیا رسالتمآب کو قرآن کی تبلیغ میں لوگون کا خوف تھا اور تبلیغ سے رزلرز کر رہ جاتے تھے اگر قرآن کے معنی مستفسر ہی صاحب کے مذاق کے مطابق بیان کئے جائین تو اُسکا اعجاز تو تشریف لے گیا، وہ ایک مہمل بے موقع غیر مربوط کلام کا مجموعہ ہو جائے گا،

دوسرا اعتراض مستفسر صاحب کا یہ ہے کہ یہ آیت بغیر قصہ وافسانہ جات کے ضمیمہ کے امامت امیر المومنین علیہ السلام کو ثابت نہیں کر سکتی، اسکا جواب سابق مین گذر چکا ہے اخبار صحیحہ اور احادیث معتبرہ کو قصہ وحکایت کہکر پایۂ اعتبار سے ساقط کرنا اسلام کی کوئی اچھی خدمت نہیں ہے۔

تیسری آیت الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا — آج مین نے تمھارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمت کو تم پر تمام کیا اور تمھارے لئے دین اسلام کو پسند کر لیا۔

امامت علیؑ کی تبلیغ کے بعد یہ آیت نازل ہوئی ہے اس کو ابن مردویہ اور ابن عساکر اور خطیب اور ابن جریر طبری مورخ نے اور علامہ سیوطی نے درمنثور اور اتقان مین اور صاحب ترجمان القرآن اور صاحب ارجح المطالب اور دیلمی اور حافظ ابو نعیم اور ابن مغازلی اور امام صالحی اور دیگر مفسرین نے نقل کیا ہے جسکے بعد انکار کی گنجائش نہیں، جیسا کہ ہم سابق مضمون مین لکھ چکے ہین امامت کے اعلان سے پہلے دین ناقص تھا یا کامل؟ اگر کہو کامل تو قرآن کی تکذیب ہے کیونکہ خدا روز غدیر اکمال دین کی خبر دے رہا ہے اگر کہو کہ ناقص تھا تو معلوم ہوا کہ دین کا ایک جزو امامت ہے اور اسی سے اسکا اصول دین مین ہونا ثابت ہے اس آیت کے جواب مین مستفسر صاحب کو سوائے اس لفظی گرفت کے کچھ بن نہیں پڑا ہے کہ

"الواعظ میں کئی بار جناب خود ہی تصریح فرما چکے ہیں کہ اثنا عشری امامت اصول مذہب تشیع ہے۔ اصول دین اسلام اور آیت ہذا دین اسلام کے متعلق ہے نہ مذہب تشیع کے متعلق پس اثنا عشری امامت جو منجملہ اصول تشیع ہے آیت ہذا سے کیونکر مدار ایمان بنگئی" لیکن اسکا تفصیلی بیان سابق میں گذر چکا ہے اصول دین اصول مذہب سے کوئی مغائر اور جداگانہ چیز نہیں ہیں بلکہ جنکو اصول مذہب کہا جاتا ہے وہ حقیقۃً اصول دین ہیں۔

مرزا صاحب قادیانی اور خلافت حضرت امیر المومنین کا اعتراف

کتاب التبلیغ صفحہ ۶۲ میں مرزا صاحب اپنے مکاشفات و الہامات کے سلسلہ مین لکھتے ہین:۔

رایت فی منام اخر کانی صرت علیا	مین نے ایک مرتبہ خواب مین دیکھا
ابن ابی طالب رضی اللہ عنہ	کہ گویا مین علی ابن ابی طالب ہوگیا ہون
والناس یتنازعوننی فی خلافتی	اور لوگ مجھسے میرے خلافت کو چھینا
وکنت فیھم کالذی یصا	چاہتے ہین اور مین اُنکے درمیان مین
وتمیھن ویعشاہ ادران الظنون	مثل ایک مظلوم اور مجبور شخص کے ہون
وھو من المبرئین فنظر النبی	کہ جس پر طرح طرح کے گمان کئے جائیں اور
صلی اللہ علیہ وسلم الی فکنت	وہ بالکل بری ہو۔ اُسوقت نبی نے میری طرف

اخال نفسی الّا منہ بمنزلۃ	نظر ڈالی اور میں اپنے تئیں خیال
الابناء وھو من اباءِ المکرمین	کر رہا ہوں کہ حضرت کی اولاد کے
فقال وھو متحاتن یا علی دعھم	بجائے ہوں اور حضرت میرے لئے
وانصارھم وزعماعتھم	بمنزلہ آبا کے ہیں حضرت نے مہربانی
فعلمت فی نفسی انہ یوصینی	کے ساتھ فرمایا اے علی ان کو ان کے مددگاروں
بصرف الوجہ الخ	کو اور ان کی کھیتی باڑی کو چھوڑ دو اُس وقت

میں نے اپنے دل میں یقین کیا کہ حضرت مجھ کو ان لوگوں سے منھ پھیر لینے کا حکم دیتے ہیں۔"

اس عبارت سے امیر المومنین ع کا استحقاق خلافت اور لوگوں کا حضرت سے اُسکو بجبر و ظلم چھیننا اور حضرت کا صرف رسالتمآب ص کی وصیت پر عمل کر کے جدال و قتال سے ہاتھ روکنا صاف ظاہر ہے۔

مری باری آئی

ابھی تک مستفسر صاحب نے چودہ صفحہ میں جو گہر افشانی کی تھی وہ جناب مدیر الواعظ کے مقالہ سے تعلق رکھتی تھی اور الحمدللہ ہم نے سابقہ بیانات میں ثابت کر دیا کہ جتنے اعتراضات بھی کئے گئے وہ بے بنیاد اور کمزور یا در ہوا تھے۔ اب میرے مقالہ پر نظر توجہ و التفات کی نوبت آئی۔

مستفسر صاحب نے مجھ غریب پر بڑا احسان کیا ہے کہ بدل ناخواستہ چار ناچار جو کچھ بھی میں نے لکھا ہے اُسکو تسلیم کر لیا ہے۔

طبعزاد کلیہ

مستفسر کو مجھ سے یہ شکایت ہے کہ میں نے اپنے دل سے سوال کی صورت مین یہ کلیہ تراشا ہے کہ کیا جس چیز پر قرآن مین ایمان کی ہدایت کی گئی ہو یا جس چیز کے کفر پر ملامت کی گئی ہو وہ اصول دین مین داخل ہے اور پھر خود مین نے اسکو اختراع کر کے چند آیتون کی رو سے نادرست ٹھرایا ہے۔

لیکن مستفسر کو معلوم ہونا چاہیئے کہ وہ کلیہ ہمارا طبعزاد اور دلبخواہ نہ تھا بلکہ وہ اُنکے ہم خیال یا ہم مشرب ہم مذاق قادیانی مذہب کے ذمہ دار داعی و مبلغ مرزا احسام الدین صاحب کے اشتہار سے مستفاد تھا اور چونکہ اسی اشتہار کا جواب دیا جا رہا تھا لہذا اس کلیہ کے بطلان کو واضح کر دینا ضروری تھا اور یہی سبب ہے کہ سابق مشتہر صاحب کو باوجود پورے جوش و خروش کے پھر جواب کی جرأت نہوئی آپ بھی ہمارے پر طاقت ادلہ کو دیکھکر اس کلیہ کے بطلان کو اس حد تک تسلیم کر چکے ہین کہ روادار نہیں وہ آپ کے کسی ہم مذہب کی طرف منسوب کیا جائے ملاحظہ ہو فاضل مشتہر صاحب اپنے اشتہار ۱۴ / جنوری ۱۹۳۶ء مین قمطراز ہیں :-

" قرآن کریم نہایت شد و مد سے صرف پانچ چیزوں کا نام لیکر اپر ایمان

لانے کی تاکید کرتا ہے اور وہ پنجتن پاک یہ ہیں۔ توحید، رسالت، کتب، ملائکہ
معاد اور نبی کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی انہی پانچ چیزون کو قرآن کریم
نے بتایا ہے اور انہی پانچ باتون پر آپ کا ایمان تا وفات رہا جس کو خدائے تعالے
فرماتا ہے۔ فان امنوا بمثل ما امنتم بہ فقد اهتدوا لیکن اس ایمان
کے خلاف ایمان رکھنے والے کو خدائے تعالیٰ نے فقد ضلّ ضلالا بعیدا
فرمایا ہے، اب اسکے علاوہ اگر کوئی اور چیزون پر ایمان رکھے وہ سب کے سب
بیکار وحبط ہونگے جیسا کہ خدائے تعالیٰ فرماتا ہے ومن یکفر بالایمان فقد حبط
عملہ وھو فی الآخرۃ من الخاسرین لیکن حضرات اثنا عشر صاحبان نص مبین
کے خلاف ایمان کو یون تعلیم فرماتے ہیں توحید، عدل، نبوت، امامت، قیامت
نبی کریم صلواۃ اللہ علیہ وسلم کی نعلی شہادت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے جب کسی کو مسلمان بنایا تو اوسکو آپ نے اسی ایمان کی تلقین فرمائی
جس کو قرآن کریم نے ظاہر فرمایا ہے اور اس ایمان لانے والے کو بھی سخت ہدایت
فرمائی کہ خبردار بجز نبیون کے کسی غیر نبی پر ایمان نہ لانا۔

اس عبارت سے چند باتین صاف ظاہر ہیں:-

(۱) توحید رسالت، کتب، ملائکہ، معاد، یہ پانچ چیزین مشہر کے نزدیک اصول
دین ہین کیونکہ ان پر ایمان کا حکم قرآن مین ہے (معلوم ہوا کہ اصول دین کا معیار
یہی ہے کہ قرآن مین اوس پر ایمان کا حکم ہو)

(۲) قرآن نے انہی پانچ چیزوں کو تبلایا ہے اور ان کے علاوہ کسی چیز پر ایمان کی ہدایت نہیں کی ہے۔

(۳) ان پانچ چیزوں پر ایمان کے ساتھ کسی شے کا اگر انکے علاوہ ایمان رکھے تو اسکے اعمال بیکار و حبط ہونگے۔

(۴) کسی غیر نبی پر ایمان صحیح و جائز نہیں ہو سکتا۔

(۵) نبی کریم نے جب کسی کو مسلمان بنایا تو آپ نے مذکورہ بالا اشیاء کی ہدایت کی اور ایمان لانے والے کو سختی سے ہدایت کی کو خبردار بجز نبیوں کے کسی غیر نبی پر ایمان نہ لانا۔

ہم نے اشتہار کا جواب دیتے ہوئے امور مذکورہ کا جواب مندرجہ ذیل عنادین سے دیا۔

(۱) ان پانچ چیزوں کو اصول دین ماننا اس بنا پر کہ انکے ایمان کا حکم قرآن میں ہے غلط ہے، اصول دین کا معیار یہ نہیں کہ قرآن مجید میں جس شے کے ایمان کا حکم ہو وہ اصول دین میں داخل ہو، اس معیار کو باطل ثابت کرتے ہوئے ہم نے انیس آیتیں قرآن کی پیش کی تھیں جن سے معلوم ہوتا تھا کہ قرآن میں بہت سے اشیاء پر ایمان کا حکم ہے جو عامۂ مسلمین کے نزدیک اصول دین سے خارج ہیں۔

(۲) یہ درست نہیں کہ قرآن میں انہی پانچ چیزوں پر ایمان کی ہدایت ہو بلکہ متعدد آیات سے انکے علاوہ پانچ چیزوں پر اور ایمان کی ہدایت ہوئی ہے۔

(۱) غیب (۲) آیات الٰہیہ یعنی معجزات وعجائب قدرت (۳) کلمات خدا (۴) عذاب خدا (۵) نعمات الہیہ ہم نے یہ بھی لکھا تھا کہ اگر بعض اکابر مفسرین کی موافقت میں غیب کے معنی امام غائب، کے مان لئے جائیں تو معترض کی محنت پر بالکل پانی پھر جائیگا اور امامت اصول دین میں سے ثابت ہو جائے گی لیکن اسوقت ہم کہتے ہیں کہ اگر غائب کی یہ تفسیر تسلیم نہ کی جائے تب بھی اُسکے عمومی مفہوم کے تحت میں امامت امام غائب داخل ہے اور جس طرح تمام غائب حقائق دینیہ پر ایمان ضرور ہے اُسی طرح امامت امام کا اعتقاد لازم ہے اسی طرح اتممت علیکم نعمتی کی دلیل سے امام نعمت خدا ہے اور اُس پر ایمان قرآن کے رو سے ضروری ہے ”

(۳) قرآن میں یہ نہیں ہے کہ اگر اس سے زیادہ اعتقاد رکھے تو اُس کے اعمال حبط ہو نگے بلکہ ان اشیاء میں سے کسی کے اعتقاد کو ترک کرے تو حبط اعمال کا سبب ہو گا۔ ہم نے مرزا صاحب قادیانی کے تصریحات سے ثابت کیا تھا کہ وہ مذکورۂ بالا اشیاء کے علاوہ بھی بعض عقائد پر ایمان رکھتے تھے تو معترض کے معیار پر اُنکے تمام اعمال حبط ہونگے ”

(۴) غیر نبی پر ایمان کا عدم جواز کسی دلیل سے ثابت نہیں اور خود مرزا صاحب کے اقوال سے غیر نبی پر ایمان کا ضروری ہونا ثابت ہے۔

(۵) احادیث نبویہ سے ثابت کیا گیا تھا کہ حضرت نے کبھی کسی کو مسلمان بنانے

وقت مذکورۂ بالا اشیار کی ہدایت نہیں کی اور نہ یہ ہدایت کی کہ خبردار بجز نبیوں کے کسی پر ایمان نہ لانا۔

اب دیکھیے کہ وہ معیار ہمارا طبعزاد تھا یا آپ کے ہم خیال شہر کے اقوال سے مستفاد؟ ہم کو متنفسر سے پوری ہمدردی ہے اور بے شک یہ معیار اس کا مستحق نہین کہ وہ اُنکے یا اُنکے کسی ہم مذہب کے قلم سے نکلے لیکن کیا کیا جائے لا یصلح العطار ما افسد الدھر۔

بہر حال اُس معیار کو جانے دیجیے خود آپکا بیان کیا ہوا معیار کہ اصول دین کے لئے یہ ضرور ہے کہ اُن پر صریحی طور سے ایمان کی ہدایت ہو یا بین معنی کہ لفظ ایمان کا استناد اسکی طرف وکیر ایمان باللہ ایمان بالرسول کی طرح حکم دیا گیا ہو، یہ معیار بھی ہمارے گذشتہ بیان مین باطل ثابت کیا جا چکا ہے اور معلوم ہوا ہے کہ اس معیار کے مطابق توحید اصول دین سے خارج ہو جائے گی کیونکہ کہین ایمان بالتوحید کی لفظ قرآن مین نہین ہے اور اگر اس کو ایمان باللہ کے تحت مین داخل کیا جائے تو عدل بھی اُسکے ساتھ ساتھ ایمان باللہ کے تحت مین مندرج ہو گی اور امامت ایمان بما انزل علی النبی کے ذیل مین ہو گی، یقیناً آپ کے بعد کا آنے والا شہر آپ کے اس معیار کو بھی ہمارا طبعزاد کلمیہ بتلائے گا، اور اسکی صحت سے انکار کریگا ہم اس سے خوش ہین آپ جو مطلب بھی ثابت ہو جائے اُس سے یہی لکھکر دستکشی کیجیے کہ ہم نے ایسا نہین کہا تھا، رفتہ رفتہ حق سے قریب ہو جائیے گا اور انشاء اللہ

ایک وقت ایسا بھی آئیگا کہ مستفسر صاحب کہدینگے "ہم نے کبھی نہین کہا تھا کہ عدل و امامت اصول دین سے خارج ہے"۔ اور یہی ہماری دلی آرزو ہے،

ہمارا معیار تسلیم

کیا خدا کو ظالمین سے محبت ہے؟ مظلومون سے عداوت ہے؟

خدا کی عمارت کس کس طرح مسمار کیگئی

ہم نے اصول دین کا معیار یہ ثابت کیا تھا کہ "قرآن و حدیث سے جن جن عقائد کا یقین رکھنا ضروری معلوم ہوا انپر نظر ڈالئے جن چیزون پر احکام شرعیہ کا پہونچنا اور حقیقی طور سے انپر عمل پیرا ہونا موقوف ہو وہ اصول دین ہین اور بقیہ اصول دین سے خارج" اس کلیہ سے مستفسر صاحب بہت خوش ہین اور اس کو تسلیم کرتے ہین اور عدل کے اس کلیہ کی رو سے اصول دین مین داخل ہونے کا بھی بظاہر انکو اقبال ہے۔ کیونکہ اسکے متعلق انھون نے کوئی اعتراض نہین کیا ہے" امامت کے متعلق ہم نے جو ادلہ پیش کئے تھے انکے متعلق بھی انکے پاس کوئی خصوصی ایراد نہین ہے لیکن انکا صرف ایک بہت بڑا اعتراض ہے جسکی

رو سے وہ ان تمام قرآنی ادلہ، احادیث نبویہ سے کنارہ کشی کرنے پر مجبور ہیں،
انکا خیال ہے کہ چونکہ ائمہ اثنا عشر ہمیشہ دشمنوں کے ظلم و جور کا نشانہ رہے اور
انکی امامت لوگوں نے تسلیم نہیں کی بلکہ اونکو طرح طرح کی اذیتیں پہونچائیں یہانتک
کہ خاتم السلسلہ حضرت حجت کو پردۂ غیبت میں نہاں ہونا پڑا لہذا یہ امام نہیں ہو سکتے
امام وہی تھے جن کے ہاتھ مظلوموں کے خون سے رنگین اور جن کے قید خانہ
بے جرموں سے مملو اور جن کے مکانوں کی دیواریں بجیطا سادات کے لہو سے
گارا بنا کر تیار کی جاتی تھیں۔ یعنی خدا کو ظالمین سے محبت ہے کہ وہ لا ینال
عہدی الظالمین۔ کے وعدہ کے بالکل برخلاف امامت کے منصب کے لئے
اُنہی کو اختیار کرسکتا ہے اور مظلوموں سے اُسکو بھی عداوت ہے کہ وہ اونکو
اس عہدہ پر قرار نہیں دے سکتا،
چنانچہ مستفسر صاحب صفحہ ۹ پر رقمطراز ہیں "سیاق آیت نے انما ولیکم کا
تاج اُن الذین امنوا کو عطا فرمایا ہے جو فان حزب اللہ ہم الغالبون کے
خلعت سے ممتاز ہوئے یا اُن درماندگان دشت مصائب کو جنکی مغلوبیت دنیوائی
پر اب تک غم کے آنسو بہائے جارہے ہیں" صفحہ ۱۰ کیا خدائے قادر ذوالجلال کے
اہتمام و انتظام کو ارباب تشیع ایسا ہی نسج العنکبوت سمجھتے ہیں جو انسان
ضعیف البنیان کے ہاتھوں ہباءً منثورا ہوجائے اور کیا شیعوں نے حفظ اسلام
کے لئے جو بعد نبی عقلاً ضروری ہے ایسے ہی کو منجانب اللہ مامور مان لیا اور

ایمان بنالیا ہے جو رسول کے بعد مخالفین و معاندین پر نہ مثل رسول کے اپنا تسلط جما سکا اور نہ اسلام کے حق نما آئینہ کو چور چور کردیے جانے سے بچا سکا اور کیا مدبر السموات والارض علیم و حکیم نے ریاست عامۂ دینیہ و دنیویہ کا نظم و نسق ایسے کو تفویض کر دیا جسکے زیر سیادت اثنا عشری امامت و خلافت کا سلسلہ ایسا پامال کر دیا گیا کہ خاتم السلسلہ کو زاویہ خمول مین چھپ رہنے کے سوا کہین مفر نہ ملسکا شیعون کی اس حق کوشی کا مفاد امامت کی روپوشی کے سوا کیا ہوا۔ کیا دوازدہ مین سے کوئی بھی سریر آرائے خلافت فی الارض ہو سکا ہے۔ ابن ہمارے مضمون کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے ”غیب اور ماانزل کے معنی امامت ایجاد کر لینے سے اگر کام چل سکتا تو اثنا عشری امامت اس طرح غائب کیون ہو جاتی کہ تا یوم معاد نوحہ خوانی اور سینہ زنی کی جائے، کیا خدائے قادر ذو الجلال کی بنائی ہوئی عمارت انسانی ہاتھ مسمار کر سکتا ہے“

ہم سابق مین لکھ چکے ہین کہ امامت کسی سلطنت ہفت اقلیم اور حکومت جابرہ و قاہرہ کا نام نہین ہے بلکہ وہ نبوت و رسالت کے مثل خدا کی جانب سے ایک مخصوص منصب ہے جسکی رو سے تمام افراد بشر پر اسکی اطاعت فرض و لازم ہو جاتی ہے۔

لوگون کا اطاعت نہ کرنا اور امام کو گوشۂ انزوا اور خمول مین چھوڑ دینا اسکے واجب الاتباع اور پیشوائے مطلق ہونے مین قادح نہین جس طرح کسی نبی یا رسول کی تکذیب اور اُسپر ایمان لانے والون کی قلت اسکی رسالت و امامت

کے بطلان کی دلیل نہین۔

انبیاء و رسل کے حالات دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہی کہ وہ ہمیشہ مظلوم و مقہور رہے۔

قرآن مجید مین ارشاد ہوتا ہے۔

افکلما جاءکم رسول بما لاتھوی انفسکم استکبرتم ففریقا کذبتم و فریقا تقتلون (بقرہ پ ۱)

جب بھی تمھارے پاس کوئی رسول ایسے احکام لیکر آیا جو تمھاری نفسانی خواہشون کے مطابق نہ تھے تو تم نے بعض کی تکذیب کی اور بعض کو قتل کر دیا۔

وان کذبوک فقد کذب رسل من قبلک جاءوا بالبینات والزبر والکتاب المنیر (آل عمران پ ۴)

اگر یہ لوگ تمھاری تکذیب کرین (تو کوئی بات نہین) تمھارے قبل بہت سے پیغمبرون کی تکذیب کی گئی جو کھلی کھلی آیتین اور صحیفے اور روشن کتاب لیکر آئے تھے۔

نوح کو انکی قوم نے جھٹلایا (اعراف آیت ۵۹ - ۶۴ یونس آیت ۷۱-۷۳ ہود آیت ۲۵ - ۳۵ مومنون - آیت ۲۳ - ۲۶ فرقان ۳۷ شعرا آیت ۱۰۵-۱۱۶ قمر آیت ۹ نوح آیت ۱ - ۲۹) قوم نوح و عاد و ثمود اور ان کے بعد والی قومون نے جب پیغمبر انکے پاس معجزے لیکر آئے تو ان پیغمبرون کے ہاتھون کو الٹا ان کے منھ پر مار دیا اور کہنے لگے کہ جو حکم تم لیکر آئے ہو ہم اسکو نہین مانتے (ابراہیم

آیت ۹) جب کوئی رسول آیا تو لوگون نے یہی کہا کر یہ ساحر ہے یا مجنون (ذاریات آیت ۲۴ھ)

اسی طرح ہود، صالح، لوط، ایوب، شعیب، یونس کے واقعات سے صاف ظاہر ہے یحییٰ کا سر قلم ہوا، زکریا کو آرے سے چیرا گیا۔ جرجیس کو طرح طرح کی مصیبتیں پہنچا کر قتل کیا گیا عیسیٰ کو سولی پر لٹکانے کا سامان کیا گیا یہ وہ واقعات ہین جسسے اسلامی دنیا کا بچہ بچہ واقف ہے اور مسیح کو بقول عیسائیوں اور قادیانیون کے سخت ذلت و توہین کے ساتھ قتل کیا گیا۔

خود ہمارے رسول اکرم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ہجرت کے قبل کتنی اذیتین پہونچائی گئین ما اوذی نبیّ قط کما اوذیت اسی خاتم الانبیا ہستی کا کلام ہے پھر جب یہ درماندگان دشت مصائب ان تمام مصائب و مظالم کے برداشت کرنے کے بعد نبی و رسول ہو سکتے ہین تو ائمہ معصومین ؑ کے لئے دشمنون کے مظالم کے باوجود امامت سے کون امر مانع ہے، رہ گیا یہ امر کہ یہ حضرات مخالفین و معاندین پر اپنا تسلط نہ جما سکے اور نہ اسلام کے حق نما آئینہ کو چور چور ہونے سے بچا سکے تو واضح ہونا چاہئے کہ خدائی مبلغین کا کام لوگون پر بجبر و قہر تسلط جمانا نہیں ہے اُنکا کام صرف اتنا ہوتا ہے کہ وہ دعوت الی الحق کر دین عمل کرنا نہ کرنا امت کا کام ہے۔

وان تولّوا فانما علیک البلاغ — اور اگر وہ روگردانی کریں تو تمھارا فرض تو صرف تبلیغ ہی ہے۔

ومن تولی فما ارسلناک علیھم حفیظا (نساء آیت ۸۰)
اور جسنے روگردانی کی تو ہم نے تم کو اُنپر نگہبان بناکر نہیں بھیجا۔

فان تولیتم فاعلموا انما علی رسولنا البلاغ المبین (مائدہ آیت ۹۲)
پھر اگر تم نے روگردانی کی تو آگاہ ہو کر ہمارے رسول پر تو صرف صاف صاف تبلیغ ہی فرض ہے۔

فان تولوا فانما علیک البلاغ المبین (نحل آیت ۸۲)
پھر اگر وہ روگردانی کریں تو تمھارا فرض تو صرف صاف صاف تبلیغ ہے

وما انت علیھم بجبار (ق آیت ۴۵)
اور تم اُنپر جبر کرنے والے تو ہو نہیں۔

فان تولیتم فانما علی رسولنا البلاغ المبین (تغابن آیت ۱۲)
پھر اگر تم نے روگردانی کی تو ہمارے رسول کا فرض تو صرف صاف صاف تبلیغ ہی ہے۔

لست علیھم بمصیطر (غاشیہ آیت ۲۲)
کچھ تم اُنپر مسلط نہیں ہو۔

ان علینا للھدی (اللیل آیت ۱۲)
بے شک ہم پر اچھی بُری راہ بتادینا ہی ضروری ہے۔

اگر ایسا نہو تو اُن انبیاء کی خیر نہیں جن پر ایمان لانے والے انکی امت میں سے قلیل ما ھم کا مصداق رہے۔

یہ کہنا کہ "کیا خدا کی بنائی ہوئی عمارت کو انسانی ہاتھ مسمار کرسکتا ہے" اور

یہ کہ کیا خدا کا اہتمام و انتظام ایسا کنسج العنکبوت ہے کہ انسان کے ہاتھون ہباءً منثورا ہو جائے " معارف دینیہ سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے '

بیشک خدا اپنے تکوینی ارادہ و مشیت سے جس چیز کا اہتمام کردے اسکو دنیا کی کوئی طاقت توڑ نہین سکتی لیکن خدا کا یہ دستور نہین کہ وہ بندون سے زبردستی اطاعت کرائے اور اونکو اُنکے افعال مین مجبور و مقہور کرے ' ان معنوں سے کہ بندون سے اُسکی مرضی کے خلاف افعال سرزد ہون اُسکی بنائی ہوئی عمارتین ہمیشہ مسمار ہوتی رہین ماخلقت الجن والانس الالیعبدون کے مفاد کے مطابق اُس نے اس کارخانہ ایجاد کی بنیاد ہی اس لئے قرار دی تھی کہ لوگ اُس کی عبادت کرین لیکن دنیا آنکھ اُٹھا کر دیکھے کہ کتنے ہیں جو غرض خلقت کو پورا کر رہے ہین '

کیا فی صدی ۹۹ اشخاص دنیا مین عبادت الٰہیہ کے تارک اور معاصی کے مرتکب نہین ہین یہ کیا ہوا ' خدا کی بنائی ہوئی عمارت کیونکر مسمار ہوگئی -

انبیاء ' رسل کے بعثت کی غرض کیا تھی - کیا یہی تھی کہ اُنکی تکذیب ہو اور اُنکا خون بہایا جائے پھر کیا خدا کی بنائی ہوئی عمارت مسمار نہین ہوئی ؟!

سوویٹ حکومت روسیہ مین جاکر دیکھیے مادیت کا دور دورہ ہے ' مسجدین عبادت گاہین ' زمین کے برابر اور تمام دینی و مذہبی رسوم بے نام و نشان ' خدائے آسمانی سے جنگ کا صریحی اعلان ہو رہا ہے کیا اسکے معنی یہ نہین کہ خدا کی بنائی

ہوئی عمارت مسمار کردی گئی ؟

یہ تو دنیا کی بے انصافی اور کجرفتاری تھی کہ خدا کے نافرمان عاصی
بندے تخت خلافت پر متمکن ہوئے اور وہ افراد کہ جن کو خداوند عالم نے
امامت کا لباس مبدا خلق سے پہنا دیا تھا اور رسولؐ کی زبان سے اُنکی
خلافت و امامت کا اعلان کرا دیا تھا اُن کو طرح طرح کی اذیتیں سہ کر
گوشۂ گمنامی مین بسر کرنا پڑا اور آخر مصالحت الٰہیہ کے اقتضاء سے ایک
وقت معلوم تک کے لئے لوگون کی آنکھون سے پوشیدہ ہوجانا پڑا لیکن
خدا کا وعدہ ونمکن لھم فی الارض فان حزب اللہ ھم الغالبون فایدنا
الذین آمنوا علی عدوھم فاصبحوا ظاہرین ضرور پورا ہوگا اور دنیا عدل
وانصاف سے اسی طرح معمور ہوگی جس طرح وہ ابتک ظلم وجور سے مملو
ہوتی رہی ہے

علی نقی النقوی عفی عنہ از نجف اشرف

اصول دین اور قرآن نمبر ۱

بجواب رسالہ عبقات الایمان

رسالہ الواعظ نمبر ۲ و ۳ جلد ۱۰ میں میرا طویل الذیل مضمون اسی موضوع پر ۴۰ صفحہ میں شایع ہو چکا ہے اور مسئلہ عدالت و امامت پر کافی روشنی پڑ چکی ہے، احمدی جماعت کی دیرینہ عادت کو دیکھتے ہوئے چونکہ اس بات کی کافی توقع تھی کہ اس کے جواب میں بھی غیر متعلقہ باتوں کے متعلق کوئی نمایشی مقالہ یا رسالہ شایع کیا جائے گا جس کے باعث سادہ لوح عقیدت کیشان کو اس امر کو سمجھا بجھا دینے کا موقع ملجائے گا کہ وہ مضمون الواعظ کا لاجواب نہ رہا لہذا جناب محترم مدیر الواعظ نے "ضروری گذارش کے زیر عنوان اس اعلان کو ضروری سمجھا کہ جس عبارت پر اعتراض ہو یا جو دلیل اُن کے نزدیک ناکافی ہو اس کو پورا نقل کر کے محققانہ و متکلمانہ تہذیب و متانت سے اعتراض فرمائیں"۔

اس بر موقع انتباہ کے بعد اس امر کی توقع تھی کہ جماعت احمدیہ کے مبلغین جواب میں حدود بحث و مناظرہ کا لحاظ کرتے ہوئے مذکورۂ بالا شرط کی خلاف ورزی

نہ فرمائیں گے لیکن ؎

"اے بسا آرزو کہ خاک شدہ"

ہم کو اُن سے اِس شرط کی خلاف ورزی میں شکایت نہیں بلکہ ہمدردی ہے، درحقیقت اُن کے لئے ایک منظم و با اصول دائرہ کے اندر گفتگو کا راستہ بند ہو چکا تھا اور ادلہ و براہین کی طاقت ایسی نہ تھی کہ منھ در منھ اُنکا مقابلہ کیا جا سکے، ایسی صورت میں مبلغین جماعت کے لئے صرف دو ہی راستہ تھے ایک یہ کہ سکوت اختیار کریں اور حق کے مقابلہ میں سپر اندازگی کا اعتراف کرلیں دوسرے یہ کہ سیاہی اور کاغذ کے تھوڑے اسراف کو گوارا کرتے ہوئے کچھ نہ کچھ لکھکر شایع کر دیں یقیناً تبلیغی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے خوش عقیدہ افراد جماعت کی تسکین و تسلی کے واسطے دوسری صورت متعین تھی لہٰذا امام اور مبلغ احمدی مرزا احسام الدین صاحب سکریٹری انجمن احمدیہ لکھنؤ کی جانب سے ایک سولہ صفحہ کا مضمون "عقبات الایمان" کے خوش آیند نام سے النجم لکھنؤ کے توسط سے شایع کرنا ضروری سمجھا گیا۔

ہم نے جہانتک اس مضمون کو دیکھا اس میں تفاخر اور رجز خوانی کے سوا کسی علمی بحث کو استدلالی قوت سے کامیاب نہیں بنایا گیا ہے۔ انسانی بلند پروازی ہمیشہ نئی نئی صورتوں میں جلوہ گری کرتی رہی ہے، اُس نے کبھی کبھی انسانی کمالات کے حدود سے ترقی کر کے الوہیت کے رتبہ بلند کا دم بھی بھرا ہے۔

تاریخی اوراق اور سوانح سیر کے صفحات نے ہماری آنکھوں کے سامنے ایسے نظائر بہت پیش کئے ہیں یہی دنیا کی فضا تھی جس میں انا الحق اور لا اعلم لکم من الہ غیری کی آوازیں گونج چکی ہیں اور اسی میں ؎

نیست اندر جبہ ام غیر از خدا۔ اور (لا الہ الا انا ھا فاعبدون) کی صدائیں ہمارے کان آشنا ہو چکے ہیں، ولید بن یزید بن عبد الملک نے انا ذلک الجبار العنید کا ترانہ بلند کیا تھا اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنی نسبت منم خلیفہ شاہی کہ آسمان باشد، اور اپنے فرزند کے متعلق یا نزل مولود کان اللہ نزل من السماء اور الہامی خواب میں (رائیتنی کانی عین اللہ فعلمت انی ھو) اور صد حسین است در گریبانم ارشاد فرما چکے ہیں۔

بالکل اسی عنوان سے مرزا حسام الدین صاحب بھی فرماتے ہیں کہ:۔

مجھسے کسے جہان میں مجال ستیز ہے — برہان قاطع ایک میری کلک تیز ہے
گردون سے جسے حق نے اتارا ہو وہ میں ہوں — جراروں کو جس تیغ نے مارا ہو وہ میں ہوں
واللہ نور چشم نبی و امام ہوں — نص جلی یہ ہے کہ خدا کی حسام ہوں

(نیست اندر جبہ ام غیر از خدا) اور (صد حسین است در گریبانم) کے فلسفہ کے مطابق انکا یہ بھی دعویٰ ہے کہ:۔

ہے مجھ میں علم وفضل جناب امیر کا

خیر "اگر پدر نتواند پسر تمام کند" بزرگوں کی عمریں تو لا علی لعلک اور بحثت

النساءان یلدن مثل ابن ابی طالب اور لاابقانی اللہ لمعضلۃ لیس فیھا ابوالحسن کہتے گذرین لیکن مرزاحسام الدین صاحب علم وفضل جناب میر کے جامع مالک بننا چاہتے ہین، بقول ڈاروِن، عالم فلسفہ نشوو ارتقا کا پابند ہے، وہ ابھی تو علم وفضل جناب میر کے دعویدار ہوکر اسکے مدعی ہین کہ " والد پیشوا ہوں صغیر و کبیر کا" لیکن کچھ ہی دن مین نبی بروزی وظلی اور تھوڑے دن کے بعد نبی حقیقی اور اسکے بعد اگر ہمت نے ساتھ نہ چھوڑا اور زندگی نے ساتھ دیا تو انی عین اللہ و علمت انی ھو تک نوبت پہونچ جائیگی بات ہی کونسی ہے ؎

ہمت بلند دار کہ مردانِ روزگار
از ہمت بلند بجائے رسیدہ اند

پہلے جواب پیچھے سوال

مضمون متذکرۂ بالا کا ایک حصہ وہ تھا جس کا مختصر الفاظ مین ہم نے خاکہ پیش کیا اور ناظرین نے اندازہ کیا ہوگا کہ وہ اسکا مستحق نہین ہے کہ کسی علمی میدان بحث مین پیش کیا جائے۔ دوسرا حصہ مضمون کا بخیال خود ایسے اعتراضات وسوالات پر مشتمل ہے جنکے جواب سے اُنکے نزدیک علمار شیعہ عاجز ہین لیکن جب ان اعتراضات کو غور سے دیکھا تو اُن مین کوئی بات تازہ نظر نہین آتی بلکہ یہ وہی باتین ہین جنکا جواب سابق دو مضمونون مین دیا جاچکا ہے ہم اُن اعتراضات کو ذیل مین نقل کرکے انکا جو جواب سابق مضمون مین پیشگی عرض کیا جاچکا ہے۔ اُسی کو ہدیہ ناظرین

کرتے ہیں جس سے یہ اندازہ ہوگا کہ لائحہ نگار نے اس مضمون میں اپنے دل و دماغ کو نہیں بلکہ دست و قلم کو بے فائدہ زحمت دینے کے سوا کوئی قابل قدر خدمت اپنے مقصد کی نہیں کی ہے۔"

۱۔ اصول دین کا معیار۔ انھوں نے قرآن مجید کی یہ تین آیتیں ذکر کی ہیں (۱) من یکفر باللہ وملئکتہ وکتبہ ورسلہ والیوم الاخر فقد ضل ضلالاً بعیداً (۲) الذین امنوا ولم یلبسوا ایمانھم بظلم اولٰئک لھم الامن وھم مھتدون (۳) ولکن البر من امن باللہ والیوم الاخر والملئکۃ والکتب والنبیین۔ اسکے بعد وہ رقمطراز ہیں:-

کہ ان جملہ آیات سے ایمان کی تشریح بھی ہوگئی اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ کفر بالایمان کیا ہوتا ہے اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ اس ایمان کا بنانے والا اور سکھانے والا کون ہے اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ان پانچوں چیزوں پر ایمان نہ رکھنے والے کے لئے وعید یعنی عذاب ہے اور یہ بھی بخوبی یقین ہوگیا کہ اس ایمان کے قبول کرنے والوں کے لئے خوش خبریاں ہیں، خدائے تعالیٰ کے ان تمام ظاہر و باطن تصریحات سے بخوبی واضح ہوگیا کہ شیعوں کے اصول دین نرالے اور بالکل اجنبی ہیں۔

ہمارا اینگی جواب معترض کی مذکورہ عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ قرآن میں ایمان کی تشریح میں انھیں پانچ چیزوں کا

تذکرہ ہے اور انھین کے انکار پر وعید یعنی عذاب ہے لہذا وہی اصول دین ہین اور اسی لحاظ سے وہ فرماتے ہین کہ "ان تصریحات سے معلوم ہوگیا کہ شیعون کے اصول دین نرالے اور بالکل اجنبی ہین۔ اسی بناء پر معترض کے نزدیک اصول دین کا معیار یہ ہوا کہ اُن پر ایمان کی ہدایت ہوئی ہو اور انکے انکار پر وعید ہو حالانکہ قرآنی مطالعہ کے بناء پر یہ معیار بالکل غلط ہے، قرآن کی اکثر آیتین ایسی ہین جنمین بہت سے اشیاء پر ایمان کا حکم اور اُنکے انکار پر وعید ہے جو عامہ مسلمین کے نزدیک اصول دین سے خارج ہین مذکورۂ بالا پانچ چیزون کے علاوہ قرآن مین پانچ چیزون پر اور ایمان کی ہدایت ہوئی ہے (۱) غیب (۲) آیات الٰہیہ یعنی معجزات وعجائب قدرت (۳) کلمات خدا (۴) عذاب خدا (۵) نعمات الٰہیہ حالانکہ انکو اصول دین مین کسی فرقے نے داخل نہین کیا ہے (ملاحظہ ہو الواعظ جولائی ۲۸ء) امتیاز احمد صاحب رودولوی بھی اس معیار کی کمزوری کے کچھ ایسے بے طرح معترف ہوئے تھے کہ وہ کسی صورت سے اس کو اپنے موکل کی طرف منسوب ہونے کو گوارا نہ کرتے تھے اور اسلیے انھون نے اس کو ہمارا طبعزاد معیار قرار دیا تھا (المستفسر نمبر۱) اسکے جواب مین ہم نے مشتہر سابق وحال کی عبارتون سے ثابت کیا تھا کہ وہ اسی معیار کو بتلا رہی ہین، ملاحظہ ہو اصول دین اور قرآن نمبر۲ صفحہ ۳۹ و ۴۱) اب مشتہر کی موجودہ عبارت کو جو پیش نظرین ہوچکی صاف صاف ہماری تائید ہوئی اور ثابت ہوا کہ وہ اسی معیار کے قائل ہین جسکی کمزوری طشت از بام ہوچکی ہے۔

(۲) عدل و توحید کا مفہوم مشتہر صاحب کا ہم سے سوال ہے کہ "عدل توحید کے مفہوم سے کیون باہر ہے"

ہمارا پیشگی جواب توحید کے معنی ہین خدا کو ایک سمجھنا اور اُسکی وحدت کا اقرار کرنا اور عدل کا مفاد ہے کہ خدا عادل ہے ظالم نہین اور ان دونون کے مفہوم مین فرق بالکل ظاہر ہے، اور اصطلاحی حیثیت سے توحید وعدل دو مستقل باب ہین جسکے تحت مین متعدد ابواب مندرج ہین - توحید کے ذیل مین وجود صانع، وجوب ذاتی، قدم، علم، قدرت، حیات، ارادہ، نفی شریک، نفی احتیاج، نفی جسم و جسمانیات وغیرہ وغیرہ اور عدل کے تحت مین نفی جبر، نفی ظلم، عدالت اور اسکے تمام فروع و شعب مندرج ہین اور توحید وعدل اپنے ان وسیع معنی کے ساتھ باری تعالیٰ کے تمام اوصاف ثبوتیہ و سلبیہ صفات ذات و صفات فعل سب پر حاوی ہین (ملاحظہ ہو اصول دین اور قرآن نمبر ۲ صفحہ ۱۰) اگر عدل توحید کے مفہوم مین داخل ہوتا تو آپ کو توحید کے اقرار کرنے کے بعد ہم سے اس سوال کی ضرورت نہ پڑتی کہ "استقرا سے خداوند عالم کا عادل ہونا ثابت کیجیے"

یہ عجیب لطیفہ اور سوالات کے تصادم و تناقض کا عالم ہے کہ استقرا سے خداوند عالم کا عادل ہونا ثابت کیجیے، اس سوال کا مفاد یہ ہے کہ معترض صاحب خداوند عالم کی صفت عدل کے منکر ہین، اور اوسکے عادل ہونے کے معترف نہین ہین، دوسرا سوال کہ عدل توحید کے مفہوم سے کیون باہر ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ عدل کو توحید کے

مفہوم کا جزو سمجھتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ جب عدل کا اقرار نہ ہوا تو توحید بھی ہاتھ سے گئی اور ایک جزو توحید یعنی عدل کے انکار کے ساتھ توحید کا بھی کامل اقرار نہوا ومن یکفر بالایمان فقد حبط عملہ

(۲) قرآن سے عدل کا ثبوت

مشتہر کا سوال ہے "کیا رحمان و مالک و رحیم کی طرح قرآن شریف نے عدل کو بھی صفت حقیقی خداوند عالم کی بتایا ہے اگر بتایا ہے تو وہ آیت پیش کرو۔

ہمارا پیشگی جواب

آیات قرآنیہ کا متفقہ فیصلہ، خدا عادل ہے ظالم نہیں، ایک چھوڑ چالیس آیتیں کیا اب بھی مطالبہ پورا نہیں ہوا۔ (ملاحظہ ہو ہمارا رسالہ "اصول دین اور قرآن نمبر۲ صفحہ ۲ الغایت ۷) صریحی طور پر معترض کی تسکین کے لئے یہی دو آیتیں کافی ہیں۔

شہد اللّٰہ انہ لا الٰہ الا ھو والملٰئکۃ واولوا العلم قائما بالقسط (آل عمران پ ۳) خدا اور ملائکہ اور تمام صاحبان علم گواہ ہیں کہ سوا اللہ کے کوئی خدا نہیں اور وہ صفت عدل کے ساتھ قائم و دائم ہے۔

اس آیت میں پہلا جزو توحید کو اور دوسرا عدل کو بتلا رہا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ قرآن میں عدل و توحید کا پایہ مساوی ہے۔

وتمت کلمۃ ربک صدقا وعدلا لا مبدل لکلماتہ (انعام پ ۸) تمہارے پروردگار کی بات سچائی اور عدل کے ساتھ پوری اتری اسکی بات کو کوئی

بدل نہیں سکتا۔"

(۴) قرآن میں عدل پر ایمان لانیکا حکم "قرآن شریف میں ایمان باللہ ایمان بالرسول کی طرح (یعنی اسی ہیئت ترکیبی کے ساتھ ہا) عدل پر ایمان لانے کی کونسی آیت ہے؟

ہمارا ایشگی جواب وہی آیت جو توحید پر ایمان لانے کی ہے، قرآن میں کہیں ایمان بتوحید اللہ کا حکم نہیں ملتا، قرآن مجید کی اڑتیس آیتوں میں جس چیز کا حکم ہے وہ ایمان باللہ ہے اگر ایمان باللہ کا مفہوم صرف وجود باری تعالی کا اعتراف ہے تو وہ توحید کو کسی طرح نہیں تبلاتا اور اگر ایمان باللہ صرف وجود باری کے اقرار کا نام نہیں بلکہ اللہ تعالی کو ان خصوصیات و اوصاف کے ساتھ جو اسکے شایان ہیں ماننا اسکا حقیقی مفصل ہے تو اسکے تحت میں جس طرح توحید مندرج ہوتی ہے اسی طرح عدل بھی داخل ہے (ملاحظہ ہمارا رسالہ "اصول دین اور قرآن نمبر ۲" صفحہ ۵ لغایت ۱۱)

(۵) عدل پر ایمان لانیوالونکے لئے خوشخبریاں مشتہر کا سوال "قرآن شریف میں کہاں لکھا ہے کہ عدل پر ایمان لانے والوں کو خوشخبریاں ہیں؟"

(۶) ہمارا ایشگی جواب جس جگہ لکھا ہے کہ توحید پر ایمان لانے والوں کو خوشخبریاں ہیں۔

(۶) **عدل کے منکروں کو وعید** قرآن مین عدل کے نہ ماننے والوں کے لئے وعید کہاں آئی ہے؟

ہمارا پیشگی جواب اُسی جگہ جہاں توحید کے نہ ماننے والوں کے لئے وعید آئی ہے۔ اور حقیقت توحید وعدل دونوں ایمان باللہ کے دو شعبے ہیں اور ایمان باللہ کے تحت میں دونوں کا اعتقاد ضروری ہے۔

(رسالۂ مذکورہ صفحہ ۹ لغایت ۱۱)

اب تو مشتہر کے اس دعوے کی حقیقت کھل گئی کہ ہمارے مطالبات کا زبانی تو زبانی ذری کہین تحریر مین ہی ہمارے سوالات کا جواب دکھا دیجئے تب تو آپ کا دعویٰ حق اور درست ہے"

ہم نے گذشتہ مقالات کے حوالوں سے دکھلا دیا کہ مشتہر کے مطالبات کا جواب تحریری حیثیت سے تفصیل دیا جا چکا ہے اُسکے بعد اُسی پُرانے آموختہ کو دہرا کر عوام فریبی نہیں تو کیا ہے؟؟

برہان عقل یا استقراء

مشتہر کا ہم سے یہ مطالبہ ہے کہ استقراء سے خداوند عالم کا عادل ہونا ثابت کیجئے ہر مبتدی طالب علم اس امر سے بخوبی واقف ہے کہ استقراء یعنی تتبع غالب جزئیات کبھی مفید قطع و یقین نہیں ہوا کرتا بلکہ ایک حد تک ظن غالب کا افادہ کرتا ہے

والظن لا یغنی من الحق شیئاً برخلاف اسکے برہان عقلی کا نتیجہ یقین کی حیثیت رکھتا ہے اور اسی صورت سے نصوص کتاب سے جو امر ثابت ہو اُس مین کسی قسم کے شبہہ وشک کی گنجائش نہین ہوا کرتی۔ ہم دلیل عقلی اور نصوص قرآن مجید سے خداوند عالم مین صفت عدالت کو ثابت کر چکے ہین (ملاحظہ ہو رسالہ اصول دین اور قرآن نمبر ۲ صفحہ ۴ لغایت ۱۶ اور مجلہ الواعظ جولائی ۱۹۲۸ء اسکے بعد ہم سے استقراء کا مطالبہ کرنا عقل وشعور کا کوئی اچھا ثبوت نہین "

جزئیات کے حکم کا استفادہ کبرائے کلیہ کے ذریعہ سے جب کہ ہو گیا تو اسمین شک وشبہہ کی گنجائش نہین ہے اور جس کلیہ کے بحکم عقل یقینی ہونے کے ساتھ جزئیات کا حکم تدریجی طور پر یقینی ہو جائیگا۔ اب اگر جزئیات مین ظاہری طور پر اُسکے خلاف نظر آئے تو یہ اپنی آنکھون کا دھندلاپن ہے واقعیت اس سے بدل نہین سکتی۔

لطف یہ ہے کہ مشتہر صاحب اصول دین کے معاملہ مین قرآن مجید کے سوا کسی دلیل کے تسلیم کرنے پر تیار نہین یہان تک کہ حکم عقل کا قدم درمیان مین آنے کو بھی وہ گوارا نہین کرتے اور فرماتے ہین۔

"ایمان اپنی ذات کے اظہار اور کمالات مین کسی انسانی عقل وآرا کا محتاج وممنون نہین ہے۔

لیکن اس موقع پر وہ دلیل عقل کی پست ترین قسم استقراء سے فائدہ اُٹھانا

چاہتے ہیں اور اس طرح قرآن مجید کے نصوص قطعیہ کو ایک ناقص و ظنی استقراء کے مقابل میں پس پشت ڈالکر خود اپنے ساختہ و پرداختہ مقولہ حسبنا اللہ کی بنیاد کو بھی ملیامیٹ کر رہے ہیں،

جبکہ ہم کو حکم عقل اور نصوص قطعیۂ قرآنیہ نے بتا دیا کہ تمت کلمت ربک صدقا وعدلا اور ان اللہ لیس بظلام للعبید۔ خدا عادل ہے اور ظالم نہیں تو ہمارا دعوٰے یہ ہونا چاہئے کہ خدا کے تمام افعال صفت عدالت کے ساتھ ہیں ہم کو ایک ایک کر کے اُسکے افعال کو شمار کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ ہمارا دعوٰے یہ کہ اوسکا ہر فعل میزان عدل پر منطبق ہے۔ اُس میں ناانصافی اور ظلم کا شائبہ نہیں بعض مقامات پر ہماری نظروں کو اُسکے خلاف دکھلائی دے تو وہ ہماری عقل و شعور اور ادراک و فہم کا قصور ہے۔

خداوند عالم کا فیض اُس کے مخلوقات تک اُنکے ظرف و استعداد و قابلیت کے موافق پہونچتا ہے اور اس میں اختلاف و تفاوت۔ مراتب استعداد و قابلیت کے اختلاف پر مبنی ہے نہ یہ کہ مبدا فیض کی طرف سے ایک کے ساتھ طرفداری اور دوسرے کے ساتھ بے انصافی ہوتی ہو اور ماہیات و حقائق کا اختلاف انکے ذاتی خصوصیات کا نتیجہ ہے جسمیں کسی خارجی تاثیر کو دخل نہیں کتا کتا ہی اور انسان انسان نہ یہ کہ خدا نے کتے کو کتا بنا دیا اور انسان کو انسان بے شک اُس نے کتے اور انسان دونوں کو خلق کیا ہے یعنی دونوں پر افاضۂ وجود کیا ہے جو اوسکی

صفت جود اور عدالت کا نتیجہ ہے اس لئے کہ قابلیت و استعداد کی موجودگی
میں افاضہ وجود نہ کرنا مبداء فیاض کی طرف سے بخل اور ظلم ہے۔

جس طرح قبل حدوث بعض اشیاء کا خلق کرنا اور بعض کو حیز عدم میں
باقی رکھنا مصالح و حکم کے اعتبار سے ان اشیاء کی صلاحیت و استعداد
کے اختلاف کا نتیجہ ہے اسی طرح بقاؤ دوام کے اعتبار سے اُن کے ساتھ فیض وجود
کا متعلق رکھنا انکی استعداد و صلاحیت کے تفاوت پر مبنی ہے جیسے ایک کو
سو برس پہلے اور ایک کو سو برس بعد پیدا کرنا نا انصافی اور دلیل بخل و عبث فعل
نہیں اسی طرح ایک سے دس برس پہلے اور دوسرے سے دس برس بعد اس
فیض کا قطع کر لینا نا انصافی اور ظلم نہیں بلکہ اُن دونوں کے ذاتی قابلیت و استعداد
اور مصالح و حکم کے اختلاف کا ثمرہ ہے

مؤمنین اور مقربین بارگاہ کو امتحانی حیثیت سے جو مصائب دنیا میں
پہونچتے ہیں اُنکے مقابل بڑے بڑے ثواب اور درجے مقرر ہیں جنکو دیکھتے
ہوئے دنیا کے چند روزہ مصائب بے حقیقت ہوجاتے اور اس بہترین مجازات
کو دیکھتے ہوئے وہ میزان عدل سے یکسر مو علیحدہ نہیں ہیں۔

خدا کی مالکیت تامہ اور حکمت مطلقہ کا نتیجہ یہ ہے کہ اس سے
جو افعال بھی صادر ہوتے وہ مخالف عدل اور داخل ظلم و تعدی نہیں نہ
یہ کہ وہ سب عدالت کے خلاف ہیں لیکن عدالت خدا کے لئے ضروری نہیں جیسا کہ

ہمارے خوش فہم معترض کا خیال ہے :-

ہمارے مذکورہ بالا بیانات سے معترض صاحب کی حسب ذیل عبارتون کا نمبروار جواب ہوجاتا ہے :-

"بعض کے ساتھ اُس کی قدرت کا کامل متعلق ہوا اور بعض کے ساتھ کمتر ہوا ترجیح بلا مرجح ہے اور یہ عندالعقل محال اور منافی عدل ہے"

"ہر روز ہزارون انسانون کے بچے اور چرند اور پرند اور کیڑے مکوڑے کیون ہلاک کئے جاتے ہین۔ خدا باوجود عدل کی دائمی صفت سے موصوف ہونیکے انکے متعلق عدل کیون نہین کرتا۔

ایک کتا کہہ سکتا ہے کہ مجھ کو بیل کیون نہ بنایا اور بیل کہہ سکتا ہے کہ مجھ کو انسان کیون نہ بنایا جاوے اسی دنیا مین جہنم کا نمونہ بھگت رہے ہین"

کیا اسکے عدل کی یہی کیفیت ہے کہ جگر پارہ رسول اور نور چشم بتول صلوٰۃ اللہ علیہ اور امثال انکے میدان ستم مین بھوکے پیاسے خدائے عادل کے روبرو تیغ جفا سے شہید ہون رکن دین نبوی دشت کربلا مین گرایا جائے ورق مصحف ناطق بے دردی سے مٹایا جائے خیام آل اطہار پر بھول آگ لگے پڑے سازو یراق لوٹے جائیں مگر شیعون کا عادل مون تک نہین کرتا۔ بلکہ امام حسینؑ

کے مخالفون کو سلطنت دیتا ہے جو رحمت الٰہی ہے

اس عبارت میں یہ عنصر بھی بہت کچھ کارفرما ہے کہ بندون کے افعال اور گناہون کی ذمہ داری خدا پر ہے اور درحقیقت خدا کو صفت عدالت سے معرا مان لینے کے بعد اس قسم کے خیالات فاسدہ کا قائل ہونا کچھ تعجب خیز نہیں ہے۔"

کتب آسمانی کے پہلے عدل کا ثبوت

"خدائے تعالیٰ قبل قانون (کتب آسمانی) نازل کرنے، اور اُس مین وعدہ وعید کرنے کے عدل کس طرح سے کرتا تھا قرآن سے ثبوت دیجیے اور پچاس روپیہ انعام لیجیے۔"

یہ سوال ہے جس پر مشتہر صاحب بہت نازان معلوم ہوتے ہین لیکن قرآن کریم مین تدبر کے بعد اس سوال کا حل بالکل آسان نظر آتا ہے، قرآن مین خود بعثت انبیا اور ارسال رسل کا سبب یہ ذکر کیا گیا ہے کہ:

لئلا یکون للناس علی اللّٰہ حجۃ بعد الرسل	تاکہ بندون کے لئے خدا کے مقابل مین کوئی حجت باقی نہ رہ جائے بعد پیغمبرون کی بعثت کے۔

یعنی اگر پیغمبر مبعوث نہوتے تو خداوند عالم کے لئے بندون کو اپنے نافرمانی اور مخالفت پر سزا دینے کا موقع نہ تھا کیونکہ بندے کہتے کہ ہم کو تو نے اپنے اوامر

ورا ہی سے مطلع ہمکو نہیں کیا تاکہ ہم تیری اطاعت اور فرمان برداری کرتے اور
اس صورت میں تعذیب اور سزا دینا نا انصافی اور ظلم ہوتا لہذا پیغمبر مبعوث
کیے گئے تاکہ بندوں کا عذر قطع ہو جائے اور اُنکی کوئی حجت باقی نہ رہے اور اُن کو
مخالفت و عصیان پر سزا دینا موافق عدل ہو جائے۔

دوسری آیت وما کنا معذبین حتی نبعث رسولا۔ ہمارا کبھی یہ شیوہ نہیں رہا کہ کسی قوم پر عذاب کریں جب تک کہ کوئی رسول اُنکی طرف مبعوث نہ کردیں۔

تیسری آیت لیهلک من هلک عن بینة ویحیی من حی عن بینة (بعثت انبیاء کی غرض یہ تھی کہ) جو شخص ہلاک ہو وہ حجت تمام ہونیکے بعد اور جس کو زندگانی حاصل ہو وہ بھی بعد اتمام حجت۔

ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ اصل انبیاء کا مبعوث کرنا اور کتب آسمانی
کا نازل کرنا اور اُنمیں وعدہ وعید کرنا صفت عدل کی مراعات اور ظلم و نا انصافی
سے منزہ و مبرا ہونے پر مبنی تھا اور یہ کہ وعدہ وعید کے پہلے سے افعال خداوندی
میں صفت عدل کارفرما ہے اور اُس میں ظلم و تعدی کا شائبہ نہیں یہ ہے قرآنی
ثبوت جو ہدیۂ ناظرین ہے لیهلک من هلک عن بینة ویحیی من حی عن بینة
رہ گیا انعام اُسکی ہمیں ضرورت نہیں بل انتم بهدیتکم تفرحون۔

مفہوم عدل کی توضیح

عدل کا مفہوم ہے کاموں مین تعدی وتجاوز سے بچ کر توازن کا قائم رکھنا اور دوسرون کے معاملہ مین اپنی اور اُنکی شایان شان واستحقاق رفتار سے عدول نہ کرنا، مالک ومملوک سلطان ورعیت پدر وفرزند، شوہر وزوجہ بھائی بھائی، دوست دوست غرض ہر صنف کے اندر اُسکے درجہ اور اعتبار سے کچھ حدود قائم ہین کہ جب اُن حدود کی مخالفت کی جائیگی تو وہ ظلم وتعدی کا مصداق ہوگا اور جب اُن حدود کی مراعات ہوگی تو وہی صفت عدالت کہلائے گی۔

مالک ومملوک کے رابطہ کا بے شک یہ اقتضا ہے کہ مملوک کو مالک کی خدمت واطاعت کرنے کے مقابل کوئی حق نہین ہے بایںمعنی کہ اُسکو انعام کا استحقاق نہین ہے لیکن اس کے یہ معنی نہین کہ مالک کے لئے روا ہے کہ وہ مملوک کو بے وجہ اذیت پہونچائے اور بلا قصور اُسکو سزا دے یا دو ایسے مملوک کہ جنمین سے ایک مطیع وفرمانبردار اور دوسرا عاصی ونافرمان ہے اُن مین جزا وسزا کے اعتبار سے معاملہ بالکل برعکس ہوجائے یعنی اطاعت گذار کو سزا اور غیر اطاعت گذار کو جزا دی جائے یا مملوک کو ایسے احکام دیے جائین جنکی تعمیل اُس کی قوت وطاقت سے باہر ہے اور پھر مخالفت کی صورت مین جو اُسکے ذاتی عجز کے باعث ہے، ناگزیر ہے اُسکو سزا دیجائے یا مالک خود

اُس مملوک کو بعض افعال پر مجبور کرے پھر خود ہی اُسکو سزا دے کہ ایسا کیون کیا
وہ مالک جس کا یہ طرز عمل ہو یقیناً ظالم و ستمگار اور عقل کے نزدیک مورد مذمت
و ملامت ہے۔

عدل ایسے ہی حدود کی نگہداشت کا نام ہے جن سے تجاوز کرنا ظلم و تعدی کا مصداق ہے
یہ مسئلہ اگرچہ محل اختلاف ہے کہ بندون کو اپنے نیک کامون کے مقابلہ
مین خداوند عالم پر کسی ثواب کا استحقاق ہے یا نہین بایمعنی کہ ثواب درحقیقت
نیک اعمال کا بدلا ہے جس کے بندگان خدا حقدار ہین یا یہ کہ وہ حقیقۃً تفضل
ہے کہ جس کو وعدہ کے ذریعہ خداوند عالم کا اپنے اوپر لازم کرکے ثواب نام رکھنا
بھی خود اُسکا ایک تفضل ہے لیکن اس مین شبہ نہیں کہ رابطۂ ربوبیت و عبودیت
ہی کے اقتضا سے کچھ نہ کچھ حدود ایسے ضرور قائم
ہین کہ جنکی مخالفت خداوند عالم کی حکمت و شان ربوبیت کے خلاف ہے اور انھین
کی مراعات عدل اور اُنکی مخالفت ظلم ہے اِن حدود اور اُنکے مخالفت کی مثالین
ہمارے سابق رسالہ مین ذکر کی جا چکی ہین مثلاً خدا کا اپنے بندون کو بُرے کامون
پر مجبور کرنا اور خود ہی اُنکو سزا دینا، بندون کو اونکی طاقت سے زیادہ تکلیف دینا
نافرمان بندون کو اُنکے استحقاق سے زیادہ سزا دینا۔ فرمانبردار بندون کو اُنکے
اعمال کا جتنا بدلا خود مقرر کیا ہے اُس سے کم بدلا دینا، بندون پر بغیر قصور کے عذاب
نازل کرنا، اپنے احکام کو پہونچائے بغیر اُنکی مخالفت پر عقاب کرنا وغیرہ وغیرہ اور

یہی وہ چیزین ہین جن مین سے ایک ایک کا نام لے کر صاف طور پر قرآن مجید مین خداوند عالم کی ذات سے نفی کی گئی ہے اور یہی معنی عدل باری کے ہین کہ وہ اس قسم کے تمام افعال و اوصاف سے مبرا و منزہ ہے، خداوند عالم کی مالکیت مطلقہ اور ربوبیت تامہ کا یہ لازمہ نہین ہے کہ اُس کے لئے ہر قسم کی بے انصافی اور ظلم و تعدی جائز و روا ہو جائے۔ ظلم و تعدی خداوند عالم کی ذات کے لئے قبیح و محال اور عدل لازم اور عفو و احسان مستحسن ہے۔ مطیع و عاصی کو اُسکے استحقاق کے مطابق جزا اور سزا دینا شان عدل کا اقتضا اور عاصیون کے گناہون سے درگذر کرنا رحمت و عفو کا نتیجہ ہے لیکن مطیع کو ثواب کے بدلے عذاب کرنا ظلم ہے جو کسی صورت سے جائز نہین، ہمارے مذکورۂ بالا بیان سے معلوم ہو گیا کہ عدل جس کو ہم ذات الٰہی کے لئے ضروری کہتے ہین وہ ظلم و تعدی کے مقابل صفت ہے اور اس سے چند نتیجہ برآمد ہوتے ہین۔

(۱) عدل خداوند عالم کی مالکیت مطلقہ سے کوئی تصادم نہین رکھتا۔

(۲) صفت عدل ظلم و تعدی کے مقابل مفہوم ہے اور عدل کا نہونا ہی عین ظلم ہے۔

(۳) عدل کی صفت جو خدا کے لئے لازم ہے وہ چونکہ ظلم کے مقابل ہین ہے لہذا عفو و احسان اور تجاوز و غفران صفت عدل کے منافی نہین ہے،

ان روشن حقائق کے واضح ہو جانے سے مشتہر کی مندرجہ ذیل عبارات

کا سلسلہ وار جواب ہو جاتا ہے۔

"عدل کا مفہوم جانبین مین حقوق کی مساوات چاہتا ہے لہذا بتائیے کہ بندہ کا خداوند عالم پر کیا حق ہے کہ جو اُس سے عدل کو چاہتا ہو۔

"برہان آفاقی یعنی تفرقۂ عالم شہادت دیتا ہے کہ خداوند عالم کی صفت مالکیت کائنات عالم مین کام کر رہی ہے نہ صفت عدل۔"

"عدل کا مفہوم ضرور اس بات کو چاہتا ہے کہ اول جانبین مین کوئی حق قرار دیا جائے اور اُس حق کی خواستگاری مین عدل کی درخواست کی جائے لیکن یہ بات سب جانتے ہین کہ مخلوق کا خدائے تعالیٰ پر جس نے عدم محض سے پیدا کیا ہے کوئی حق نہین"

اگر کہو کہ وہ عادل نہ ہوگا تو ظالم ہوگا تو یاد رکھو کہ یہ دونون شقین حکم ارتفاع نقیضین مین ہین کہ جو عند العقل باطل ہے پس نہ وہ عادل ہے اور نہ وہ ظالم بلکہ بمصداق آیت شریف رحیم و مالک ہو۔

واضح رہے کہ جس طرح نقیضین کا ارتفاع ناممکن ہے اسی طرح ضدین لا ثالث لھما جیسے حرکت وسکون اُنکا بھی درصورت وجود موضوع ارتفاع ناممکن ہے اور عدل وظلم اس بیان کے مطابق جو نذر ناظرین ہوا یہی نوعیت رکھتے ہین لہذا عادل نہونے کی صورت مین ظالم ماننا لازمی ہے۔ رحیم و مالک ہونا صفت عدل کے مقابل نہین ہے۔"

"اس ایک صفت کے قائم کرنے سے غفور تواب رحیم تینون صفتون کا اُس ذات مین عدم لازم آتا ہی" "ہر ایک بدی کی سزا دینا خدا کے اخلاق عفو اور در گذر کے خلاف ہے"

مشتہر صاحب نے تین صفحون مین آریون اور عیسائیون کے سامنے خداوند عالم کی عدالت کے مقابل مین عفو و غفور ہونے کو ثابت کرنے کی جو زحمت گوارا فرمائی ہے وہ ہمارے موضوع بحث سے بالکل خارج ہے ہم خداوند عالم کو عفو و غفور تواب و رحیم بھی مانتے ہین اور عادل بھی، بے شک آریہ اور عیسائی ایک طرف اور قادیانی و احمدی دوسری جانب تینوں ہی فریق ہمارے نزدیک یومن ببعض و یکفر ببعض کا مصداق ہین، فرق اتنا ہی کہ پہلے دونون فرقون نے صفت عدالت کے اقرار کے ساتھ عفو و غفران کی صفت سے کنارہ کشی کی ہی اور دوسرے فریق نے عفو و مغفرت کے اقرار کے ساتھ صفت عدالت کے انکار کو ضروری سمجھا ہی، ولو اتبع الحق اھواءھم لفسدت السموات والارض

اخلاقی موازنہ

مشتہر صاحب نے ہمارے ۵۴ صفحہ کے رسالہ مین سے صرف ان چند لفظون کو نقل کرنے کی زحمت گوارا فرمائی ہے کہ:-

دو سال کا زمانہ گذر گیا صدائے برخواست عالم احمدیت سے شہر

خوشاں بنگیا" بلفظ الواعظ نمبر ۲ و ۳ ۱۹۳۱ء

اُنکو اس عبارت میں نہیں معلوم کیا نظر آیا اور بمفاد الحق مر اُنکو کتنی تلخی محسوس ہوئی کہ وہ اُسکے اخلاقی پہلو کا مرثیہ پڑھنے بیٹھ گئے اور وہ رقمطراز ہیں کہ

"ناظرین! احمدیت کی تعلیم و اخلاق اس عبارت کے ہم وزن جواب دینے سے قاصر ہے"

لیکن اُنہی کے مخاطب ناظرین اگر غور سے دیکھیں تو اونکو احمدیت کی تعلیم و اخلاق کا نمونہ چند ہی صفحوں کے بعد حسب ذیل الفاظ میں نظر آئیگا:

"اب ہم پھر اپنے اصلی مخاطبین علمائے تشیعین سے عرض کرتے ہیں کہ دیکھا حضرات یہ آپکا وہ تحفہ ہے جسکو آپنے آریوں اور عیسائیوں سے لیکر ناحق احسان مندی کی صلیب کو اٹھا کر اپنے کندھے پر چڑھایا جس سے بجز بوجھوں مرنے کے نجات نہ ملی"

یہ ہے غلام احمدی تہذیب و اخلاق۔

موازنہ دیگر

احمدیت کے پلہ کا ارتفاع

بقول مشتہر صاحب دیکھیں بلند کون ہے اور پست کون ہے کھلی ہیگا ابھی کر زبردست کون ہے۔

مشتہر صاحب نے اپنے اس مختصر سے رسالہ یا اشتہار مین جس طرح اپنے
شاعرانہ کمالات کا مظاہرہ کیا ہے علم جدل و مناظرہ کے جوہر دکھلائے ہین فن مغالطہ
و سفسطہ مین مہارت کے نمونہ پیش کئے ہین اسی طرح اُنھون نے اپنی فلسفی شان
اور برہانی طاقت کا اظہار ضروری سمجھ کر کچھ عقلی زبردست اعتراضات پیش کرنا
بھی ضروری سمجھے ہین جنکے مقابلہ مین بخیال اُنکے عالم شعیت لرزہ براندام نظر آئیگا
ہم اُن اعتراضات کو اُنہی کی لفظون مین ایک ایک کر کے نقل کرتے ہین جس کے بعد
ناظرین اندازہ کرینگے کہ اُنمین کہان تک قوت ہے۔"

پہلا اعتراض "لفظ توحید کہ جو ذات مستجمع صفات و کمالات ہے اُس پر صفت
عدل زائد موجودہ کو ماننا توحید کے مصداق ہونے مین تعدد و تثنیہ کو چاہتا ہے
اور یہ شرک ہے"

حضور والا! لفظ توحید ذات مستجمع صفات و کمالات نہین ہے، وہ تو ایک
دہن سے نکلتی ہوئی پنج حرفی صدا ہے جو مرکب ہے ت و ح ی د سے اور
ظاہر ہے کہ لفظ عدل اُس پر زائد اور اُس سے جداگانہ ہے لا یبقی من الاسلام
الا اسمہ کے مفاد کے مطابق اسلام کو اسمی و رسمی حیثیت سے رکھنے والے حقیقت
ذاتِ احدیت کو لفظ "توحید" مین محدود نہ سمجھین گے تو اور کیا ہوگا۔ ذات باری لفظ
توحید کا مصداق بھی نہین ہے اسلئے کہ اسمائے حسنی باری تعالی مین توحید کی
لفظ نہین ہے اور نہ اللہ توحید کہنا صحیح ہے۔ مفہوم توحید پر صفت عدل کو زائد

ماننے کا لازمہ بھی یہ نہیں ہے کہ مصداق میں تعدد و تثنیہ پیدا ہو جائے ، عالم قادر مرید کارہ حی خالق رازق وغیرہ سب کا مفہوم جداگانہ ہے لیکن مصداق سب کا ایک ہی ذات مستجمع الصفات والکمالات ہے۔

دوسرا اعتراض " اگر صفت عدل بھی صفات حقیقیہ سے عین ذات ہے تو اقتران وانضمام اس صفت عدل کا موصوف کے ساتھ مستلزم ترکیب ہوگا؟

اگر جسارت نہ ہو تو عرض کیا جائے کہ اقتران وانضمام کے لئے تغایر کی ضرورت ہے اور ترکیب تعدد کی مقتضی ہے اور جب کہ اس صفت کو مقام مصداق میں عین ذات تسلیم کر لیا تو نہ اقتران وانضمام کی لفظ کا اطلاق صحیح ہے اور نہ ترکیب اس کا لازمہ ہے ، بے شک توحید وعدل میں مفہومی فرق ہے جس کے باعث توحید کی لفظ کے بعد عدل کا اعتبار کرنا ضروری ہے

تیسرا اعتراض ۔ اگر صفت عدل زائدہ کو قائم بذاتہ تسلیم کیا جائے تو احتمال ذات الٰہی کا بسوئے غیر لازم آتا ہے۔

بے شک صفت زائدہ ماننے کا لازمہ یہی ہے اور اسی لحاظ سے ہم کہتے ہم مشرب فرقہ اشاعرہ کی بات ماننے سے قاصر ہیں جو صفات باری کو زائد علی الذات سمجھتے ہیں لیکن ہم تو صفات الٰہیہ کو عین ذات سمجھتے ہیں جس کی بنا پر احتمال بالغیر کا شبہ بھی نہیں ہو سکتا۔

یہ تھے وہ اعتراضات جنکو بڑے رعد و برق کے ساتھ پیش کیا گیا ہو
مگر ناظرین نے دیکھ لیا کہ اُن مین کتنی طاقت ہے۔

عدل کے قرآنی ادلہ

اور

مشتہر کی پریشانی

"اصول دین اور قرآن نمبر ۲ مین خداوند عالم کی صفت عدل اور نفی ظلم کے اثبات مین چالیس آیتین پیش کی گئی ہین، مشتہر نے کافی غور و خوض کے بعد جب سینتیس آیتون مین مجال دم زدن نہ دیکھا تو صرف تین آیتون کو بخیال خود مورد اعتراض قرار دیکر چھٹکارا حاصل کرنا چاہا ہے۔

(۱) ان اللّٰہ یامر بالعدل والاحسان — یقیناً خدا عدل و احسان کا حکم دیتا ہے۔

غرض اس آیت کے ساتھ استدلال سے یہ ہو کہ عدل و احسان ایسی صفت ہے جو خدا کو محبوب و مطلوب ہے، وہ چیزین کہ جنکا خداوند عالم نے حکم دیا ہے چند قسم کی ہین ایک وہ فرائض عبودیت ہین کہ جو بندون کے بہ نسبت اپنے خدا کے لازم ہین جیسے نماز روزہ اور حج کے مقدمات وغیرہ یہ عباد کے ساتھ مخصوص ہین اور خدا اُنکا عمل پیرا نہین اسلئے کہ وہ کسی بلند و برتر ہستی

کے ساتھ سلسلۂ عبودیت نہین رکھتا اُسکے فرائض کو ادا کرے دوسرے وہ
باہمی افراد کے روابط و تعلقات ہین جنکی بنیاد اعضا و جوارح اور جسم و
جسمانیات پر قائم ہے مثلاً چار عورتین کرنے کا حکم ان سے خلوت کرنے کا حکم
طلاق کا حکم بچون کو دودھ پلانے کا حکم وغیرہ وغیرہ جنکو معترض نے پیش
کیا ہے اُنکا اعضا جسمانیہ سے متعلق ہونا خود بندون کے ساتھ اُنکے اختصاص
کا ذمہ دار ہے خداوند عالم سے اُنکے صدور کی توقع بے موقع ہے۔ تیسرے
وہ صفات و کمالات جنکی بنیاد جسمانی تعلقات پر قائم نہین ہے ......
اور اونکا ثبوت باری تعالے کے لئے ناممکن نہین ہے اُن صفات مین
جس چیز کا وہ حکم دیتا ہے خود بھی اُس کے ساتھ متصف ہے صدق کا
حکم دیتا ہے اور خود بھی صادق ہے ومن اصدق من اللہ قیلا وعدہ وفائی
کا حکم دیتا ہے اور خود بھی وعدہ وفا ہے ان اللہ لا یخلف المیعاد ظلم سے
منع کرتا ہے اور خود بھی ظالم نہین ہے وما ربک بظلام للعبید یہان
تک کہ صلوٰۃ کا پیغمبر پر اُس نے حکم دیا ہے اور خود بھی عامل ہے ان اللہ
وملائکتہ یصلون علی النبی۔ خود اُسکو یہ بات بری معلوم ہوتی ہے کہ کسی
چیز کا حکم دیا جائے غیر کو اور خود اُس پر عامل نہو اتامرون الناس بالبر و
تنسون انفسکم۔ وہ صفت کہ جو اُسکو محبوب و مطلوب اور اُس کے خلاف
طرز عمل مکروہ و مبغوض ہے اُسکا انتفا اُسکی ذات مقدسہ سے اُسکی حکمت

مطلقہ کو دیکھتے ہوئے چند ہی صورتون سے ہو سکتا ہے ایک یہ کہ وہ اُس صفت کی تحصیل سے عاجز ہے اور اُسکے لئے ممکن نہین ہے کہ وہ اس صفت کو اختیار کر سکے دوسرے یہ کہ وہ اس صفت کے محبوب و مطلوب ہونے سے ناواقف اور جاہل ہے اور تیسرے یہ کہ اس محبوب و ممدوح صفت کو جان بوجھ کر باختیار خود وہ ترک کرتا ہے پہلی صورت عجز اور دوسری جہل اور تیسری عبث و سفاہت و تعالی اللہ عن ذالک علواً کبیرا

(۲) وما ربک بظلام للعبید "تیرا پروردگار بندون پر ظلم نہین کرتا"

مشتہر صاحب رقمطراز ہین۔ "اول تو قرآن شریف مین لفظ ظلم بہت سے معنون مین آیا ہے یہانتک کہ مقام مدح مین بھی ظلم کا لفظ آیا ہے"

اول تو اس کا ثبوت مشتہر کے ذمہ ہے کہ مقام مدح مین ظلم کا لفظ کہان آیا ہے اسکے علاوہ یہ امر بالکل واضح ہے کہ صفت ظلم جس کی خدا اپنی ذات سے نفی کر رہا ہے اُن معنون مین نہو گی کہ جن کے اعتبار سے مقام مدح مین ظلم کا لفظ آیا ہے بلکہ اُسکے معنی یہان نا انصافی اور بے عدالتی ہی کے ہو سکتے ہین "یہ کہنا کہ ظلم کا مقابل عدل کب آتا ہے کوئی محاورہ نہین بلکہ ظلم کے مقابل پر رحم لاتے ہین" عربی زبان سے ناواقفیت پر مبنی ہے ظلم کے یہی معنی تعدی و تجاوز اور وضع الشئ فی غیر محلہ کے ہین اور اسی کے مقابل صفت کا نام عدالت ہے جسکی توضیح سابق مین پورے طور پر ہو چکی ہے رحم کے مقابل قساوت ہے جسکو مفہوم ظلم سے کوئی تعلق نہین ہے

(۳) اشہد اللہ انہ لا الٰہ الا ہو والملٰئکۃ واولو العلم قائما بالقسط۔ — خدا اور اُسکے ملائکہ اور صاحبان علم اس امر کے گواہ ہین کہ اس خدا کے سوا کوئی معبود نہین اور وہ صفت عدل کے ساتھ قائم و دائم ہے،

اس موقع پر مشتہر صاحبنے اپنے تبحر علمی اور علم نحو اور عربیت مین مہارت کا ثبوت دیتے ہوے حسب ذیل گہر افشانی فرمائی ہے:-

"آیت مین قائما بالقسط حال واقع ہوا ہے ملائکہ اور اولو العلم کا اور یہ بات نحو میر کے پڑھنے والے بچے بھی خوب جانتے ہین کہ معطوف اور معطوف علیہ ایک حکم مین شامل ہوتے ہین ہمذا خدا نے تو یہ گواہی دی کہ اللہ ایک ہے اور فرشتہ اور علم والے خدا کی گواہی کے خلاف گواہی دے رہے ہین کہ وہ عادل ہے یہ خدا کو لازم تھا کہ شہادت دیتا کہ مین عادل بھی ہون اور اکیلا معبود بھی ہون۔ عجیب دہما چوکڑی ہے کہ خدا کی گواہی اور ہے فرشتون اور علم والون کی شہادت خدا کی شہادت سے اور ہے"

اس عبارت کے اجزا مشتہر صاحب کے ذہن کی ترجمانی کرتے ہوے کچھ ایسے منتشر اور پریشان ہین کہ اُن کا تطابق و توافق ہماری مان کی بات نہین، نیز علمی موزونیت کے اعتبار سے اُنکی ساخت و پرداخت بھی انسان کی

طاقت سے باہر ہے

اتنی بات کا سمجھنا شاید دشوار نہو کہ حال و ذو الحال کے درمیان مفرد و جمع ہونے مین تطابق ہوتا ہے پھر قائماً بالقسط جو مفرد صیغہ ہے وہ وہ ملائکہ واولوالعلم کا جو جمع کے صیغہ ہین حال کیونکر قرار پائیگا؟ اس وحدت وتعدد کے اجتماع کو شاید مشتہر نے نصاریٰ کی توحید فی التثلیث کے گورکھ دہندے سے اخذ کیا ہے۔ اور جب کہ نحو میر پڑھنے والے بچے بھی واقف ہین کہ معطوف و معطوف علیہ ایک حکم مین شامل ہوتے ہین اور ظاہر ہے کہ ملائکہ واولوالعلم کا عطف لفظ اللہ پر ہے تو جس طرح ملائکہ واولوالعلم کے لئے قائم بالقسط کے حال ہونے کو ثابت کیا گیا ہے وہ خدا کے لئے بھی ثابت ہوگا۔ یہ بھی قابل غور ہے کہ جب قائماً بالقسط ملائکہ واولوالعلم کا حال قرار دیا گیا تو یہ انکی صفت قرار پائے گی باین معنی کہ ملائکہ واولوالعلم قائم بالقسط ہین پھر یہ معنی کیون کر پیدا ہوے کہ خدا گواہی دیتا ہے کہ وہ واحد ویکتا ہے اور ملائکہ واولوالعلم گواہی دیتے ہین کہ وہ یعنی خدا عادل ہے اسکے لئے تو ضرور تہا اسکی بھی کہ قائماً بالقسط مشہود بہ واقع ہوتا اور عبارت یون ہوتی کہ شہد اللہ انہ لا الہ الا ہو والملائکۃ واولوالعلم انہ قائم بالقسط پھر معنوی حیثیت سے یہ امر سمجھنے کے قابل ہے کہ آخر ملائکہ اور ان ہستیون کو جن کو مقام مدح مین اولوالعلم سے تعبیر کر کے خود حضرت حق تعالیٰ نے انما یخشی اللہ

من عبادہ العلماء کے مصداق ہونے کی گواہی دیدی ہے ان سب کو خدا کے ساتھ کونسی ضد پیدا ہو گئی ہے کہ یہ اُسکے مقابلہ میں کمہار کی لڑائی پر تُل گئے ہیں، وہ تو کہہ رہا ہے کہ میں واحد و یکتا ہوں اور یہ خواہ مخواہ اُسکے برخلاف یہ کہے جا رہے ہیں کہ وہ عادل ہو۔ ملائکہ کے متعلق تو خود حضرت احدیت نے فرمایا ہے کہ لا یسبقونہ بالقول وھم بامرہ یعملون پھر یہ آخر جنگ مغلوبہ کیسی خدا اور اُسکے پاک و مقدس ملائکہ اس تہمت سے بلند و برتر ہیں۔

اس دہما چوکڑی کی ذمہ داری تو مشتہر صاحب پر ہے کہ اُنھوں نے خداوند عالم کے معجز کلام کی تفسیر اپنے فہم کے مطابق اس طرح کی ہو کہ وہ تو علم عربیت پر منطبق نہ فصاحت و بلاغت کے اصول کے موافق اور نہ معنوی حیثیت سے قابل قبول ہو، اُنھوں نے خدا اور اُسکے ملائکہ کو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور اُن کے قادیانی اور احمدی اتباع کے مثل سمجھ لیا ہے مرزا صاحب کا دعویٰ ہی یہ ہو کہ مسیح بن مریم اور مہدی موعود ہوں قادیانی جماعت کا ادعا یہ کہ وہ نبی بروزی اور ظلی یا نبی حقیقی تھے اور احمدیوں کا قول یہ ہے کہ وہ کچھ بھی نہیں بلکہ ایک مجدد مذہب کی حیثیت رکھتے تھے۔

اس دہما چوکڑی کی مثال خدا کے کارخانۂ قدرت اور عالم ملکوت و جبروت میں ڈھونڈھنا خدا شناسی کا کوئی اچھا مظاہرہ نہیں ہو؟

مستہر صاحب سورۂ حمد میں صفت عدل کا تذکرہ موجود نہ ہونے کو اس امر کی دلیل قرار دیتے ہیں کہ خداوند عالم عادل نہیں ہے حالانکہ اگر آنکھیں کھولکر دیکھیں تو وہیں صفت عدل کی گواہی نظر آئے گی پڑھو!

الحمد للہ رب العالمین الرحمن الرحیم۔ مالک یوم الدین دین کے معنی؟ جزا۔ جزا عدالت کا نتیجہ ہے خدا نے اپنے مالک یوم الدین یعنی صاحب روز جزا ہونے کا اعلان کر کے درحقیقت اپنے عادل ہونیکا ثبوت دیا ہے، واللہ یحق الحق بکلماتہ والذین کفروا حجتہم داحضۃ عند ربہم۔

(ناچیز علی نقی النقوی عفی عنہ)
(از ناحیۂ مقدسۂ قم (ایران)